SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, February 19, 2007

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty five minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr.Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین امنو صلوا علیہ و سلمو تسلیماً۔ ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ و اعدلھم عذاباً مھینا۔ والذین یؤذون المؤمنین والمومنت بغیر ما اکتسبوا فقداحتملوا بھتاناً و اثماً مبیناً۔ یایھا النبی قل لازواجک و بنتک و نسآءِ المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفورا رحیماً۔

(ترجمہ) اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجا کرو۔ جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں تو انہوں نے

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, February 19, 2007

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty five minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr.Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان الله و ملٰئِکته یصلون علی النبی یاایها الذین امنو صلوا علیه و سلمو تسلیماً۔ ان الذین یؤذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدنیا و الاخرة و اعدلهم عذاباً مهینا۔ والذین یؤذون المؤمنین والمومنت بغیر ما اکتسبوا فقداحتملوا بهتاناً و اثماً مبیناً۔ یایها النبی قل لازواجک و بنتک و نسآءِ المومنین یدنین علیهن من جلابیبهن ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلایؤذین وکان الله غفورا رحیماً۔

(ترجمہ) اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجا کرو۔ جولوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں تو انہوں نے

بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔ اے پیغمبر اپنی بیویوں اور بیٹیوں اورمسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (مونہوں) پر چادر لٹکا (کرگھونگٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر ان کے لیے موجب شناخت (وامتیاز) ہو گا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ الاحزاب 56-59)

جناب چیئرمین: جزاک اللہ ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اللھم صلے علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد ۔ جی جمالی صاحب۔

Senator Jan Muhammad Khan Jamali (Deputy Chairman): The reports are coming about the casualties of *'Samjhota* Express'. Till then, the news was that 67 dead, 56 wounded and the majority are Pakistanis. And internationally, we have been targetted and there are also Indian nationals. I think the Foreign Minister should turn up today or tomorrow and as and when he comes, he should explain what hashappened with Pakistani nationals and those who are visiting our country. Thank you very much.

Mr. Chairman: Wasim Sahib, we should convey this to the Foreign Office.

Senator Wasim Sajjad (Leader of the House): Sir, I am shocked to hear this. I did not know about this unfortunate incident. We will find out and let the House know the details.

سینیٹر میاں رضا ربانی (قائد حزب اختلاف): جناب چیئرمین یہ obviously بڑا condemnable act ہے جو سمجھوتہ ایکسپریس کے ساتھ ہوا ہے اور ہم سب اس کی مذمت کرتے ہیں۔ جناب ڈپٹی چیئرمین صاحب نے کل کی بات کی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حکومت

کو چاہیے کہ وہ آکر on the floor of the House during the course of the debate کم سے کم یہ ضرور بتائے کہ کیا measures لئے گئے ہیں، جن کے لواحقین اس حادثے کے اندر جاں بحق ہوئے ہیں وہ کس طرح ان کی details حاصل کرسکتے ہیں۔ ان کے بارے میں کس طرح پتا کرسکتے ہیں whether they are amongst the dead or they are amongst the injured? یقیناً حکومت نے کچھ نہ کچھ اس ضمن میں کیا ہوگا تو وہ کم از کم آکر بتائیں گے تو اسی توسط سے پریس اور عوام تک یہ بات جا سکے گی کیونکہ ابھی تک حکومت کی طرف سے کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی۔

جناب چیئرمین! یہ تو میں نے ضمنی طور پر بات کی تھی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس سے پہلے ایک سیشن ہوا تھا اس میں، میں نے آپ کے اور ایوان کے سامنے چندگزارشات رکھی تھیں کہ جو inaction حکومت کا تھا with regards to جو مختلف cases پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکنان کے اوپر درج کئے گئے، جس طرح چھاپے مارے جا رہے ہیں، اس میں پچھلے کم از کم دو دن کے اندر کسی قسم کی کوئی respite نہیں آئی اور نہ ہی ہمیں confidence میں لیا گیا جبکہ اس دن مشاہد صاحب نے کہا تھا کہ وہ کچھ بات کرکے ہمیں بتائیں گے۔ لہذا ابھی چونکہ صورتحال جوں کی توں ہے، لوگوں کو false cases کے اندر ملوث کیا جا رہا ہے اور پارٹی کارکنوں کے گھروں پر چھاپے مارے جا رہے ہیں اور جو لوگ ملوث ہیں ان کو arrest نہیں کیا جا رہا لہذا پاکستان پیپلز پارٹی session کی proceedings میں حصہ نہیں لے سکے گی اور ہم walkout کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر پاکستان پیپلز پارٹی کے ارکان ایوان سے باہر چلے گئے)

جناب چیئرمین: وسیم سجاد صاحب۔

(مداخلت)

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: جناب چیئرمین! چونکہ یہ ---

(مداخلت)

جناب چیئرمین: پہلے وسیم صاحب کو سن لیتے ہیں۔ اس کے بعد تحریک استحقاق رضا

خان کی اور پھر میں کامران آپ کے پاس آتا ہوں۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان، ہم چونکہ ان کے ساتھ token walkout کرنا چاہتے ہیں----

(مداخلت)

جناب چیئرمین، وسیم سجاد صاحب کو سن لیں پھر واک آؤٹ کرلیں شاید اسی کا جواب دے رہے ہوں۔

سینیٹر وسیم سجاد، جناب والا! میں درخواست کرنا چاہوں گا پاکستان پیپلز پارٹی کے لیڈر اور قائد حزب اختلاف رضا ربانی صاحب اور جملہ ارکان پیپلز پارٹی سے کہ یہ سیشن اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں ہم پہلی مرتبہ بجٹ سے پہلے ایک discussion کرنا چاہتے ہیں تاکہ مفید تجاویز آسکیں اور اس process میں House کی participation ہو سکے جس کے ذریعے سے بجٹ بنایا جاتا ہے۔

جہاں تک ان واقعات کا تعلق ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً شیریں رحمٰن زخمی ہوئی ہیں جس کا ہم سب کو دکھ اور افسوس ہے۔ یہ صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے اور وہ اس سلسلے میں تحقیقات کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں غالباً پہلے FIR نہیں تھی لیکن اب اطلاعات ہیں کہ FIR آچکی ہے تو میں House کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم بھی صوبائی حکومت سے کہیں گے اور ہم خود بھی چاہتے ہیں کہ اس کی صحیح تفتیش کی جائے اور جو بھی اس میں ملوث ہے اس کو قانون کے مطابق سزا دی جائے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ کسی قسم کا تشدد ہو۔ سیاسی activities اپوزیشن اور حکومتی parties کا حق ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اگر آپ صدر پاکستان کی تقاریر یا وزیر اعظم کی تقاریر کو دیکھیں اور ہمارے وزراء کی طرف سے جو policy بیانات آتے ہیں، کسینے اتنی شدت سے یہ بات نہیں کہی کہ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان میں جو جمہوری عمل ہے وہ آرام سے، صحیح طریقے سے چلے اور اس سلسلے میں ہمارے سامنے یہ بھی ہے کہ الیکشن اسی سال ہونے ہیں، حکومت کی خواہش ہے اور بھرپور کوشش ہے کہ یہ بالکل صاف شفاف اور violance سے ماوراٗ ہوں۔ مگر مشکلات ہمارے سامنے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ کچھ لوگ شاید یہ بھی پسند نہیں کرتے

نہیں کرتے کہ پاکستان کی جو جمہوریت کی گاڑی ہے وہ بڑے آرام سے چل رہی ہے۔ یہ واقعات جو ہو رہے ہیں شاید ان کا یہی ایک مقصد ہو کہ ہم اس کو derail کریں۔ اس سلسلے میں چوہدری شجاعت حسین صاحب نے کئی دفعہ کہا ہے، کامل علی آغا صاحب نے کہا ہے اور وزیر اعظم صاحب نے کہا ہے کہ ہم چاہیں گے کہ الیکشن کے سلسلے میں جو اپوزیشن parties ہیں وہ آئیں، بات چیت کریں تاکہ راستے میں اگر کوئی مسائل ہیں تو ان کو حل کیا جائے۔ ہماری کوشش یہ ہو گی کہ الیکشن بالکل صاف شفاف ہوں۔ اس کے لئے تعاون کی ضرورت ہے۔ تعاون کس لئے چاہیے کہ بھئی قوانین میں کوئی بہتری کرنی ہے، کسی انتظامی ادارے میں کوئی بہتری کرنی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ کیوں اس قسم کی سوچ آ رہی ہے کیونکہ ماضی میں ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ سب کو پتا ہے کہ 1977ء میں کیا ہوا تھا، ہم نہیں چاہتے کہ 77ء کی تاریخ دہرائی جائے اور عوام محسوس کریں کہ ان کا حق ان سے چھینا جا رہا ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ opposition parties کا اچھے مقصد کے لئے تعاون ہو، تعاون کا مقصد ہے کہ ان کی suggestions ہیں، Election Commission کو مضبوط کیا جائے، قوانین میں کوئی ترمیم کرنی ہے تو ترمیم کی جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کے لئے جو بھی ہمیں تدابیر اختیار کرنی ہیں وہ کی جائیں۔ میں چاہوں گا اس سلسلے میں بجائے اس کے کہ boycott کریں بلکہ وہ ہمارے ساتھ شامل ہوں تاکہ ہم اکٹھے مل کر پاکستان میں ایک نئی روایت قائم کریں اور وہ یہ ہے کہ صاف شفاف جمہوری طور پر انتخابات ہوں لیکن میں ابھی آپ کے سامنے کہوں گا کہ بدقسمتی سے یہاں پر ایک ریت پڑ گئی ہے چاہے آپ فرشتے منگوا کر بھی الیکشن کروا دیں، وہ کہیں گے کہ جی ہم نہیں مانتے۔ جو ہار جاتا ہے وہ کہتا ہے ہم نہیں مانتے، جو جیت جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ صاف شفاف ہوئے ہیں۔ شاید کچھ لوگ آج سے ہی اس بات کی پیش بندی کر رہے ہیں کہ کل اگر ہمارے خلاف عوام کا فیصلہ آ گیا تو ہم پہلے ہی کہہ دیں گے کہ الیکشن ٹھیک نہیں ہوئے۔ ہمیں اس چیز سے نکلنا ہو گا اور ہمیں اداروں کو مضبوط کرنا ہو گا۔ اس سلسلے میں جو بھی کرنا ہے، آیئے! کیا جائے لیکن بعد میں یہ نہیں کہ جو ہار گیا وہ کہے کہ الیکشن ٹھیک نہیں ہوئے، ہم نہیں مانتے۔ اس روایت کو توڑنا ہے، اچھی روایت کو قائم کرنا ہے اور اس کے لئے میں تمام opposition parties سے تعاون کے لئے request کروں گا۔

جناب چیئرمین: رازق صاحب کا ایک privilege motion ہے اس کے بعد میں آتا ہوں۔

سینیٹر عبدالرازق: میں آپ کی اجازت سے ایک privilege motion move کرنا چاہتا ہوں------

جناب چیئرمین: وہ کہہ رہے ہیں کہ کوئٹہ کے شہداء کے لئے فاتحہ پڑھ لیں۔ عبدالرحیم خان صاحب! ایک ممبر کے پاس already floor ہے' ان کو ختم کر لینے دیں۔ فیصلہ یہ ہوا تھا کہ کامران صاحب ایک point of order raise کریں گے' اس کے بعد فاتحہ پڑھ کے ہم discussion continue کریں گےکیونکہ سارا وقت وہاں چلا جائے گا۔ ایک منٹ یہ privilege motion سن لیں پھر اس پر بات کر لیتے ہیں' دیکھ لیتے ہیں کیا ہوتا ہے۔

PRIVILEGE MOTION RE: INSULTING ATTITUDE OF ASSISTANT POLITICAL AGENT

سینیٹر عبدالرازق: جناب چیئرمین صاحب! واقعات کچھ یوں ہیں کہ میں نے سینیٹ سیکریٹریٹ اسلام آباد میں APA لنڈی کوتل خیبر ایجنسی کی عمل داری میں tax collection points کی تعداد' شرح ٹیکس اورسرکاری خزانے میں جمع کردہ ٹیکسوں کی نسبت سے سوال جمع کروایا تھا۔ اسی سوال کے سلسلے میں بتاریخ 17/2/2007 ہفتے کے دن بوقت 11.43 پر متعلقہ APA ریاض مسعود خیبر ایجنسی نے اپنے سرکاری telephone No. 0924210947 سے میرے mobile phone پر مجھ سے رابطہ کیا اور سوال مذکورہ کے متعلق مجھ سے پوچھا کہ آپ نے یہ سوال سینیٹ سیکرٹریٹ میں جمع کیا تھا جس کا میں نے ہاں میں جواب دیا۔ جواب سننے پر اس نے جواباً کہا کہ آپ نے مذکورہ سوال کیوں کیا تھا' میں نے اس سے کہا کہ بحیثیت Member of the Senate یہ میرا آئینی حق ہے اور اس حق کو میں استعمال کر سکتا ہوں اور میں کسی بھی محکمے سے اس قسم کی معلومات حاصل کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ APA لنڈی کوتل نے مجھے کہا کہ آج تک مجھ سے اس قسم کے سوال کرنے کی کسی کی جرات نہیں ہوئی' میں بحیثیت APA گزشتہ چار' پانچ سال سے اس علاقہ میں بیٹھا ہوں۔ کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ کوئی

دیگر officer اس seat پر ایک سال سے زیادہ نہیں بیٹھ سکتا۔ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میرا باپ ایک بڑا Officer ہے اور میرے اوپر کس کا ہاتھ ہے۔ میں اس پر آپ کو دکھانے کے لئے ابھی آپ کا علاقہ FR کوہاٹ میں اپنا transfer کراؤں گا اور آپ کو بتاؤں گا کہ آپ نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔ آپ نے میرے اوپر ایک وار کیا ہے اور ابھی میری باری ہے' اس کا انتظار کریں۔ انہوں نے بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ کہا کہ ایک Senator کی کیا حیثیت ہوتی ہے' وہ صرف ایک سوال جمع کر سکتا ہے' میں نے وہ جواب دے دیا ہے۔

اب مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس نے کیا جواب دیا ہے لیکن میں اب آپ کو اس کا جواب دوں گا۔ جناب چیئرمین! مذکورہ افسر نے Senate میں میرے سوال پوچھنے کو اپنے اوپر وار قرار دیا ہے اور میرے ساتھ اس کا رویہ انتہائی توہین آمیز تھا' اس نے میرے ساتھ بہت بدتمیزی کی اور یہ دھمکی دی کہ میں تمہیں دیکھوں گا' اب میری باری ہے۔ اب کیا یہ وار جانی کرے گا یا مالی کرے گا یا کسی اور شکل میں کرے گا۔ جناب چیئرمین! سینیٹ اور سینیٹروں کے متعلق اس کے قسم remarks بڑے توہین آمیز تھے' میں سمجھتا ہوں کہ اس سے میرا اور پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا' میری گزارش ہے کہ میری اس تحریک کو منظور فرما کر استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور صحیح واقعات اور حالات کی معلومات حاصل کی جائیں۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: The event as narrated by the Senator is indeed a cause of concern, it is a privilege and right to ask question. Agha sahib, is the privilege motion opposed?

سینیٹر کامل علی آغا (وزیر مملکت برائے پارلیمانی امور)، جناب چیئرمین! یہ ہمارے بڑے معزز رکن ہیں' ہمارے لئے سارے قابل احترام ہیں اور جو یہ واقعہ ہوا ہے میں تو اس کو oppose نہیں کروں گا اور اسے Privilege Committee کے پاس بھیجا جائے۔

Mr. Chairman: The motion is held in order and referred to the Committee of Rules of Procedure and Privileges.

آغا صاحب! اس میں کیا time رکھنا چاہیں گے؛ Members کہہ رہے ہیں اس میں کتنا time ہو گا۔

سینیٹر کامل علی آغا، میرے خیال میں اس میں Privilege Committee کو total 20 دن کا time دے دیں۔

Senator Dr. Khalid Ranjha: Sir, that is long. Week to 10 days, it should not be more than week to 10 days.

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے کہ the Chairman is here.

سینیٹر کامل علی آغا، میرے خیال میں رانجھا صاحب سمجھے نہیں ہیں، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ 20 days total time دے دیں، conclude کر کے House میں آ جائے۔

Mr. Chairman: Mushhadi sahib is here, the Chairman of the Committee watches them.

سینیٹر کامل علی آغا، آنا تو House میں ہی ہے، within 10 days کریں گے 12 days کریں گے تو 20 days میں House میں آئے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا، بہت اچھی بات ہے۔

جناب چیئرمین، مشہدی صاحب! آپ بتا دیں۔

Senator Col. (Retd.) Tahir Hussain Mashahdi: Almost after the Session is over, I would need about five to seven days to ensure that the officer himself comes, his Head of the Department comes, the concerned Minister comes and we want to get to the bottom of this. It has no use to just call the officer or some lesser officer. The head of States and Frontier Regions has to come to the Secretary and the Minister concerned has to be present . I will have to arrange for their attendance so I should be able to do it within 10 to 12 days.

Mr. Chairman: OK, We will give you 10 to 12 days, maximum two weeks and in that period you should come back, but that is maximum.

سینیٹر کامل علی آغا، میرے خیال میں جو وقت بتایا تھا اس کا تعین ایسے تھا کہ اگر یہ دس دن میں بھی اس کو conclude کرلیں گے، بارہ دن میں بھی کرلیں گے تو اگلا اجلاس 20 days سے قبل تو نہیں ہو سکے گا، تو یہ 20 days میں ہی اجلاس میں آئے گا تو آپ 20 days کا ہی رکھ لیں تا کہ conclude ہو کے اس ہاؤس میں آجائے۔

جناب چیئرمین، آپ بھی اچھی طرح اس کو کرلیں تاکہ گھڑی گھڑی ہاؤس میں نہ آنا پڑے۔ پھر ٹھیک ہے جیسے Minister Sahib کہہ رہے ہیں then we will give it 20 days. اس پر discussion تو اب refer ہو گی ہے۔ جناب کامران صاحب! آپ بولیں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی، پچھلے اجلاس میں جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ امن و امان کے مسئلے پر بحث کر رہے تھے اور اس وقت بھی ہم نے کہا تھا کہ دومسئلوں کا کوئی حل نہیں نکلتا۔ ایک امن و امان کا اور دوسرا بلوچستان کا۔

یہ ہاؤس سب سے زیادہ دومسئلوں کو discuss کرتا ہے اور دونوں مسئلے کبھی حل نہیں ہوئے اور اب آپس میں interlink ہو گئے ہیں۔ جناب! آپ کی توجہ 17 فروری کے واقعہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں یعنی پرسوں کے واقعے کی طرف جس میں District Court Quetta میں Senior Civil Judge-I کی عدالت میں Government کے مطابق کوئی خود کش بمبار داخل ہوا اور اس نے جاکے اپنے آپ کو بم سے اڑا لیا۔ اس طرح سے نہ صرف Senior Civil Judge بلکہ اس عدالت کے اندر موجود تمام کے تمام لوگ ہلاک ہو گئے، شہید ہو گئے اور باقی باہر کھڑے لوگ جو کہ بالکل ساتھ ہی کھڑے تھے وہ زخمی ہوئے۔ اس وقت تک شہداء کی تعداد سولہ ہے اور زخمیوں کے تعداد تقریباً تیس ہے۔

جناب! District Courts یا باقی courts وہ جگہیں ہیں جہاں لوگ اپنے لیے آخری امید لے کے جاتے ہیں، انصاف کے لیے جاتے ہیں۔ جب ان کو معاشرے میں کوئی اور راہ نہیں ملتی تو وہ اس جگہ پر جاتے ہیں تاکہ وہ redressal کے لیے کوئی راستہ تلاش کرسکیں۔ جناب!

اس سے پہلے اس پاکستان میں یا پاکستان کے آس پاس کسی علاقے میں اس طرح کے واقعات نہیں ہوا کرتے تھے۔ اب امن و امان اور بلوچستان کا مسئلہ یہ آپس میں interlink ہو گئے ہیں۔ سولہ شہید ہیں، تیس زخمی ہیں۔میں Government کو اس حوالے سے مورد الزام نہیں ٹھہراتا کہ یہ دھماکہ Government نے کروایا مگر مورد الزام اس حوالے سے ضرور ٹھہراتا ہوں کہ Government اس طرح کے واقعات سے بچنے کے انتظامات کر سکتی ہے۔ وہ انتظامات جو کر سکتی تھی وہ ناکافی ہیں اور result یہ ہوا کہ آج ہم تقریباً پچاس آدمی شہداء اور زخمیوں کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو تمام کے تمام نوجوان تھے۔ Senior Civil Judge نوجوان تھے اور جو وکلاء اس کے ساتھ شہید ہوئے ہیں وہ بھی نوجوان تھے اور باقی جو litigants تھے یا عدالت سے متعلقہ اہلکار تھے وہ بھی۔

جناب! اس میں صوبائی حکومت کی طرف سے ان کے لیے امداد کا اعلان تو کیا گیا جس میں شہداء کے لواحقین کے لیے تین لاکھ روپے اور زخمیوں کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپے مگر ابھی وفاقی حکومت کے کانوں پر جوں نہیں رینگی۔ ابھی تک کیا مرنے والے ورثاء کے لیے، جو نوجوان تھا، جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں گے، جس کی ایک بیوہ ہوگی، بیس پچیس سال کی age میں کیا تین لاکھ اس کے لیے کوئی sufficient amount ہے؟ کیا ان زخمیوں کے لیے جو بم دھماکے میں زخمی ہوتے ہیں اور جس کے ہاتھ پیر کٹ جاتے ہیں یا وہ دو چار پانچ مہینے کے لیے bed ridden ہو جاتے ہیں، کیا ان کے لیے ڈیڑھ لاکھ کی امداد کوئی مناسب ہے؟

جناب! میں ایک تو اس ہاؤس سے استدعا کروں گا کہ ان کے لیے اور یہ جو دوسرا واقعہ کل رات کو ہندوستان میں ہوا ہے اس میں جو ستاسٹھ شہید ہوئے ہیں ان کے لیے اس ہاؤس میں دعا کروائی جائے اور دوسرا وفاقی حکومت اس معاملے میں look after کرے اور ان کے لیے جو ممکن ہو امداد کا بندوبست کرے۔ بہت شکریہ آپ کا۔

جناب چیئرمین، جی جناب آغا صاحب! اس میں ابھی کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کیا فیصلہ ہوا تھا کہ یہ Points of Orders لیں گے کیونکہ پہلے فیصلہ کر لیں کہ کتنے لوگ بول رہے ہیں کیونکہ ایک main issue کے لیے آپ اکٹھے ہوئے ہیں Let us see. آپ فیصلہ کریں۔

اس وقت ہم نے agree کیا تھا۔ اور اگر بولیں گے تو کتنا بولیں گے؟

سینیٹر کامل علی آغا، میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، سن لیں۔ اسی بات پر بول رہے ہیں۔ وہ بھی کر لیتے ہیں۔

سینیٹر کامل علی آغا، میں ایک منٹ لینا چاہوں گا۔ اگر مندوخیل صاحب مجھے موقع دیں تو میں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں۔ جناب! ایس ایم ظفر صاحب کی صدارت میں جو کمیٹی نے فیصلہ کیا تھا، وہ تمام unanimous فیصلہ ہوا۔ سوائے اس کے کہ Question Hour ہو گا، نہ کوئی point of order ہو گا ان دنوں میں اور نہ ہی کوئی adjournment motion ہو گا۔ صرف ایک بات یہ تھی کہ privilege motion take up کر لیا جائے گا، تو وہ ہو چکی ہے اور اس کے علاوہ آپ کے سامنے جو House Business Committee کی meeting میں بات چیت ہوئی، اس میں بھی یہی فیصلہ ہوا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو مقصد ہے کہ چار دن اگر ہم maximum utilize کرلیں۔ آج الحمد للہ بڑی اچھی briefing ہوئی ہے۔ گورنر سٹیٹ بینک تشریف لائیں۔ انہوں نے ڈھائی، بلکہ پونے تین گھنٹے briefing دی اور تمام ممبران نے، اپوزیشن اور Treasury نے بیٹھ کر briefing لی اور اس کے بعد Question Hour ہوا اور اس میں بھی maximum لوگوں نے دلچسپی لی اور انہوں نے جوابات دیئے تو اس کا فائدہ پھر ہو گا جب ہم یہاں پر debate کریں اور کوشش کریں کہ اس پر سفارشات مرتب کریں تاکہ عوامی فلاح کا کوئی کام ہو سکے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ فاتحہ ضرور پڑھ لیں۔ ایک point of order بھی take up کر لیا گیا اور اپوزیشن کا کیا۔ ہماری طرف سے تو نہیں کیا۔ اب اس privilege کو یہ استعمال کر چکے ہیں اور آپ کی اجازت سے کر چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب اس کو آگے نہ چلایا جائے۔ اب جو اصل مقصد ہے اور جو ایجنڈے کا آئٹم ہے، ابھی وسیم سجاد صاحب motion move کریں گے under 194 تو اس پر debate شروع کی جائے۔ یہ میرا مشورہ ہے اور یہ میری مودبانہ گزارش ہے۔ پہلے بھی یہ طے ہوا تھا کہ اس اجلاس کو ہم نے ایک مثال بنانا ہے تاکہ آئندہ بھی ایسی روایت، اچھی روایت جو ہم قائم کر رہے ہیں، آگے بڑھے اور بجٹ سے پہلے

ہم سینیٹ میں proposals تیار کریں اور یہ دیکھیں کہ پچھلے سال میں کیا ہوا ہے اور آئندہ سال میں کیا ہونا چاہیے - یہ ساری چیزیں سامنے آئیں۔ ان کی طرف سے بھی سفارشات مرتب ہوں اور ہماری طرف سے بھی اور تمام چیزیں سامنے آسکیں ۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، جناب چیئرمین! عرض یہ ہے کہ کوئٹہ میں سولہ وکلاء اور دوسرے لوگ شہید ہو گئے ۔ Explosion ہوا ہے اور اس میں شدید زخمی ایسے ہیں'

(اس موقع پر ایوان میں اذان مغرب سنائی دی)

جناب چیئرمین، مندوخیل صاحب! واقعہ بڑا افسوسناک ہے۔ ایک point House کے notice میں آ گیا ہے۔ اس کے بعد اگر discussion کے لئے move کرنا ہے تو اس کے اور طریقے ہیں۔ اگر ہر کوئی point of order پر بولے گا تو پھر House کا سسٹم کہاں جائے گا؟

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، جناب والا! آپ کی بات صحیح ہے لیکن ہم اس بات کو endorse کرتے ہیں کہ ہمارے یہ جو لوگ مارے گئے ہیں' شہید ہوئے ہیں۔ یہ انتہا پسندی اور دہشت گردی کا جو عمل ہے ہم اس کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور لواحقین کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین، مولانا گل نصیب صاحب! دعا کرائیں۔

(دعائے مغفرت پڑھی گئی)

سینیٹر مولانا گل نصیب خان، جناب چیئرمین! اس وقت ملک میں جو ضمنی انتخابات ہوئے اور اس میں جو حالات پیش آئے------

جناب چیئرمین، گل نصیب صاحب! فی الحال ہم وہ discuss نہیں کر رہے ہیں۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان، جناب چیئرمین! لوگوں کو مارا گیا۔ کسی پارٹی کا نام لئے بغیر ہم ان حضرات کے ساتھ اور خاص کر اپوزیشن لیڈر کے ساتھ token walk out کر کے پھر واپس آئیں گے۔

جناب چیئرمین، وڑائچ صاحب! اگر آپ اس پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

چوہدری ظفر اقبال وڑائچ (وزیرمملکت برائے داخلہ)، جناب چیئرمین! میں تو اس واقعہ کے facts بتانے آیا تھا۔

جناب چیئرمین ، آپ شروع کریں ۔ وہ token walk out کرکے واپس آرہے ہیں۔

سینیٹر مشاہد حسین سید، جناب چیئرمین! میں نے ایک رپورٹ بھی lay کرنی ہے۔

جناب چیئرمین، وہ بھی کرا دیتے ہیں۔

چوہدری ظفر اقبال وڑائچ، جناب چیئرمین! میں ان دو واقعات پر حقائق بیان کرنا چاہتا ہوں جن کی وجہ بناکر آج ہمارے کچھ دوستوں نے بائیکاٹ کیا ہے۔ اس میں کراچی کے الیکشن کے دو واقعات ہیں۔ ایک تو الیکشن کے دن محترمہ ڈاکٹر عذرا صاحبہ کے متعلق ہے۔ ڈاکٹر عذرا نہ صرف ممبر پارلیمنٹ ہیں بلکہ ہمارے لئے بڑی قابل احترام بہن ہیں۔ جناب چیئرمین! معاملہ یوں ہے کہ اس میں Sindh Government خود بھی یہ تسلیم کرتی ہے کہ اس پولنگ سٹیشن پر فائرنگ بھی ہوئی اور وہاں جو پولنگ کا عملہ موجود تھا ان کے کام میں مداخلت بھی ہوئی۔ اس واقعے کی ایک FIR جس کا نمبر 2/2007 ہے، وہ رجسٹر بھی ہو چکی ہے۔ اب ڈاکٹر عذرا صاحبہ کی طرف سے پولیس سٹیشن پر یا DPO کو یا IG کو کسی قسم کی written یا verbal complaint نہیں گئی۔ جب میں نے عذرا صاحبہ سے یہ request کی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے سیشن کورٹ میں petition دائر کر دی ہے۔ جناب! یہ ٹھیک ہے۔ اگر سیشن کورٹ order کر دیتی ہے پھر بھی FIR درج ہو جاتی ہے اگر وہ خود آج بھی وہاں جاکر تحریری طور پر یا زبانی طور پر FIR درج کرانا چاہیں تو وہ کرا سکتی ہیں۔ سیشن کورٹ نے ابھی تک order نہیں کیا۔ سیشن کورٹ نے اس پر comments مانگے ہیں۔ اب نہ تو کوئی written complaint گئی ہے اور نہ ہی سیشن کورٹ کا order پولیس سٹیشن گیا ہے۔ ایک FIR already درج ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا بہانہ بنا کر واک آؤٹ کیا جائے یہ زیادتی ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ وہاں پر بڑی لمبی چوڑی بحث ہوئی اور مجیب پیرزادہ صاحب سے بھی comments مانگے گئے کہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ written complaint بھی نہ کی جائے اور

سیشن کورٹ کا order بھی نہ ہو' مدعی تھانے میں بھی نہ جائے اور صرف یہ نہیں' میں House کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہاں کے متعلقہ DPO نے نثار کھوڑو MPA اور مراد علی شاہ MPA اور ڈاکٹر عذرا صاحبہ کے میاں سے ذاتی طور پر بات کرکے فون پر یہ کہا کہ آپ written complaint ہمارے پاس لائیں تو ہم FIR درج کرنے کو تیار ہیں لیکن آج تک ان کی طرف سے نہ تو written complaint گئی ہے اور نہ سیشن کورٹ کا order آیا ہے تو اس لئے اس چیز کا جواز بنا کر بائیکاٹ کرنا میں سمجھتا ہوں یہ زیادتی ہے۔

دوسرا واقعہ ہے محترمہ شیری رحمٰن صاحبہ کا۔ جناب والا! ۱۴ فروری کو ARD نے ریگل چوک سے الیکشن کمیشن کے خلاف بطور احتجاج ایک ریلی نکالی اور ایک مزدا ٹرک میں PPP اور ARD کے کافی سارے لیڈرز موجود تھے۔ پہلی بات تو جناب چیئرمین! یہ ہے کہ ہم بھی بڑے جلوسوں میں شامل ہوتے رہے ہیں' ٹرک میں بڑے selected لوگوں کو بٹھایا جاتا ہے اور ایک ایک آدمی دوسرے کو جانتا ہے۔ وہاں پر کوئی پولیس والا یا کسی ایجنسی کا آدمی نہیں تھا بلکہ ARD کے ہی لیڈرز تھے اور محترمہ شیری رحمٰن صاحبہ کے دائیں طرف جناب مخدوم امین فہیم صاحب تھے' بائیں طرف جناب قائد حزب اختلاف میاں رضا ربانی صاحب تھے۔ اس میں نثار کھوڑو صاحب' قائم علی شاہ صاحب' ARD کے' PML(N) کے بہت سارے لوگ ایک مزدے میں سوار تھے۔ کوئی تین گھنٹے کے ٹرک کے سفر کے بعد جب الیکشن کمیشن کے دفتر کے نزدیک جا کر وہاں پاکستان پیپلز پارٹی نے speeches شروع کیں تو ڈاکٹر شیری رحمٰن صاحبہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ انہیں ہسپتال لایا گیا اور 14 سے لے کر 17 تک کوئی verbal کوئی written complaint کسی پولیس سٹیشن میں نہیں کی گئی۔ جب ۱۷ کو کوئی رپورٹ کی گئی ہے تو اس کے ساتھ کوئی medico legal نہیں ہے۔ کسی ضرب کا کسی چوٹ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ Daily report register جو ہوتا ہے اس میں رپورٹ درج کر لی گئی ہے۔ Medico Legal is awaited جس قسم کا بھی medico legal آئے گا اس کے مطابق قانونی کارروائی کی جائے گی۔

دونوں معاملات میں کوئی ایسی وجہ نظر نہیں آتی کہ یہاں کوئی سیاست ہو رہی ہے یا پارٹی بازی ہو رہی ہے یا victimization ہو رہی ہے۔ جو حقائق تھے وہ میں نے ہاؤس کے سامنے

رکھ دیئے ہیں۔

جناب چیئرمین، کوئٹہ blast کا بھی point raise ہوا ہے ۔ اس کے بھی آپ کے پاس کوئی comments ہیں ۔

چوہدری ظفر اقبال وڑائچ، کون سا واقعہ۔

جناب چیئرمین، کوئٹہ کا جو واقعہ ہوا ہے۔

چوہدری ظفر اقبال وڑائچ، کوئٹہ کے بارے میں جناب! ابھی کچھ کہہ دینا تو قبل ازوقت ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے' وہ 17 تاریخ کہہ رہے تھے میں کہتا ہوں ۱۸ تاریخ کو صبح۔ پرسوں صبح sorry, ۱۷ تاریخ کو کوئی ۱۱' سوا گیارہ کے نزدیک ایک خودکش بم دھماکہ کرنے والا آدمی ڈسٹرکٹ کورٹس کوئٹہ میں ایک Senior Civil Judge, Quetta کی عدالت میں گیا ہے وہاں اس نے blast کیا ہے۔ اس کے پاس بڑا heavy قسم کا explosive تھا جس سے Senior Civil Judge اور دو Advocates سمیت اٹھارہ casualties ہوئی ہیں اور ۲۹ کے قریب زخمی ہیں۔ صوبائی حکومت نے کوئی ۳۶ کے قریب مشکوک افراد کو پکڑا ہے۔ ان کی interrogation جاری ہے ۔ جو خود کش حملہ آور تھا اس کے جسم کے ٹکڑے reconstruction of face اور ڈی این اے ٹیسٹ کے لئے اسلام آباد لائے گئے ہیں اور پورے علاقے میں تمام security agencies alert ہیں اور کوشش کر رہی ہیں کہ اس کا سراغ لگایا جا سکے۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: We will adjourn now for the *Maghrib* prayers and *Inshaallah* reconvene at 6:30 p.m.

سینیٹر مشاہد حسین سید، میں اپنی رپورٹ present نہ کر دوں۔

جناب چیئرمین، ہاں کر دیں .before we adjourn جی مشاہد صاحب۔

سینیٹر مشاہد حسین سید، Thank you very much دو منٹ لگیں گے ۔ میں کہہ رہا تھا کہ یہ sixteenth report ہے Foreign Relations Committee کی ۔ This is the report on public hearing we had on Afghanistan. ۱۴ دسمبر کو یہ hearing تھی ۔

جناب! اس کی خاص انوکھی بات یہ ہے کہ we had called media people also, Mr. Ahmed Rashid, Mr. Rahimullah Yousafzai, Mr. Hassan Khan and Mr. Rustam Shah Muhammad جو former bureaucrates بھی رہ رہے ہیں اور Ambassador بھی رہے ہیں اور public hearing چار پانچ گھنٹے کی اور بڑے اچھے سوال اور جواب ہوئے، خاص طور پر Saad Ahmed نے بڑے اچھے سوالات کئے۔ اور لوگوں نے کئے، And all this now has been presented کہ افغانستان سے ہمارے تعلقات کیا ہیں۔ افغانستان کا role کیا ہے اور پاکستان اور افغانستا ن کے تعلقات میں کیا مسئلے ہیں اور ان مسائل کا حل کیا ہے۔ So it's a way forward also اور یہی Parliament کا کام ہے۔ جناب کچھ لوگ demand کر رہے ہیں ہمارے Senators کہ اس پر debate بھی ہونی چاہیئے۔ I am ready for a debate on that. I think it would be very constructive and useful for the Senate and for the people of Pakistan. Thank you very much.

جناب چیئرمین، Present کر دیں۔ میرے خیال میں present کر دیں۔

MOTION UNDER RULE 170 RE: MAKING SUGGESTIONS FOR CONSIDERATION IN THE NEXT YEAR'S BUDGET

Senator Wasim Sajjad: I beg to move that under Rule 170, the House may discuss the economic and financial situation in the country and make suggestions for consideration in the next year's budget.

Mr. Chairman: We will have discussion on the motion after the *Maghrib* break and we will reconvene at 6:30. Before we adjourn, Mushahid Sahib, this report is presented and the efforts made by you and the Committee for giving us regular reports are appreciated.

سبحان ربک رب العزت عما یصفون۔

(اس موقع پر اجلاس کی کارروائی مغرب کی نماز کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(The House re-assembled after Maghreb Prayers)

سینیٹر سعدیہ عباسی، جناب چیئرمین! Opposition کو understanding دی گئی تھی کہ پہلے وزیر صاحب briefing دیں گے پھر ہماری speeches ہوں گی۔

جناب چیئرمین، نہیں۔ وہ تو انہوں نے I think Governor State Bank نے briefing دی اور paper circulate کر دئیے اور وزیر wind up کریں گے۔ چونکہ اگر پہلے بول دیں گے تو پھر یہ کہ اس پہ it will be better to speak تو باقی پھر بولنے کا جواز نہیں رہے گا تو he will sum up and members will give their views .

Senator Saadia Abbasi: Right. Thank you Mr. Chairman.

Mr. Chairman: May I just say that we have to strictly adhere to the time limit which is 10 minutes, if you are relevant, a little more will be allowed, so that maximum number of speakers can be accommodated.

Senator Saadia Abbasi: Mr. Chairman! I am just going to touch on a few points because everybody will be speaking and I don't want to take away the arguments of many many speakers who will follow and much better speakers and I am sure, you know much better. I will just touch on the aspect of that there are few things whcih are very glaringly apparent and which have been highlighted by the honourable Governor of the State Bank of Pakistan also today and which is supported by the data that the State Bank of Pakistan has come out with, which is that thelarge scale manufacturing in Pakistan has slowed, exports have gone down steadily, imports are on the increase and there is an increase in the current account deficit, that the inflationary pressures are impacting all

sectors of the economy, that the cost of production in Pakistan is very high as compared to other countries in the region which are India, China, Bangladesh and Sri Lanka. Therefore, the question is that how do we control production cost and at the same time remain competitive in the International market. This is a phenomenon, this is an issue that is impacting the economy and it is the time that we address to that and the reason that the cost of production is high in this country is that not only we are not competitive but we need skilled manpwer, we need, investmentin our industrial sector. We need as the Governor said that we need diversification in the economy and we need investment in our human resources and these are matters which cannot be done overnight. For this, we need education, we need training, we need skilled development and we need export manpower which can compete with the other countries of the world which are competing for the same market. So, it is time that we address these issues. Now industrial production is the key toany sector of the economy in Pakistan. To this day, at least I am not familiar that what is the industrial policy of the Government of Pakistan. You know, we have Ministry for Industries, we have Ministry of Commerce, we have an Export Promotion Bureau and yet we have not been able to find such International Market where we can be competitive and where our all goods can be sold at a better price. So, it is time that there is a re-evaluation of thinking in this. We need a literal approach. We have to address these issues. We are the fourth largest cotton producers in the world and at the same time we have not been able to

translate such an important resource into value addition. TheGovernment must emphasise to our exporters and to our industrialists that they have to invest in the upgradation of the machinery and the upgradation of the skills and only through industrial production we will be able to create jobs, which is a very very fundamental aspects of our economy. We have a growing population and how do we create jobs and to cater to the needs of this growing economy.

Another issue which I would like to emphasise is that power shortages are already affecting the economy but in summers there is a projected short fall in the power sector. It is the time that we address the issue of building dams and bringing in new investment in the power sector. Mr. Chairman, can I have your attention please?

Mr. Chairman: Yes, yes, I am listening to you, you are talking of the power sector.

Senator Saadia Abbasi: Mr. Chairman, the issue of dams and the hydro electricity is very very important issue in this country, we have to address this through political means, we have to develop consensus in Parliament and we have to take all of stake holders into account. As far as my party is concernd, it was the manifesto of our party to build the Kalabagh Dam and I will not back track from it, for my only veiw on that is that we must address the concerns of all the stake holders, we must take the country on board on this and we must evolve the consensus on this through the Parliament. Pakistan has vast water resources which are being

wasted and in the years to come, it is not something that can be done over night. So, we must have a policy to address this.

Mr. Chairman! the banking sector in Pakistan is not only increasing but in the years to come it will grow, it is strengthening, it is one of the core fundamentals of our economy. However, I would like to emphasise the Government, that the control over the banking sector must go back to State Bank of Pakistan. It was a mistake to give it to the SECP and for that reason, we have seen debacle of the Islamic Investment Bank and the Cresent Bank. The people who are hurt the most are the individual account holders. So, it is time that the regulatory mechanisms that were in place by the State Bank of Pakistan, it must go back to State Bank and the regulatory mechanisms must be strengthened. The Government must come up with the policy and it should be taken away from the SECP. The SECP does not have the institutional mechanism to enforce the regulatory frameworks that are important to ensure the best banking practices that are existing all over the world.

So, Mr. Chairman, I have touched on the basic points that I feel that must be addressed in the upcoming budget. Of course inflation is a concern and it is a concern which is hitting the common man of Pakistan. So, it is time that we come up with the proactive policies that can control inflation. The core inflation which is impacting the common people of Pakistan. So, we have to bring food prices down, we have to bring fuel prices down and at the same time have a sustainable growth. So, it is not just something which is a temporary phenomena but it is for the long term

interest of the country. Thank you Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Thank you for being precise pertinent and to the point.

جناب عمر ایواب خان (وزیر مملکت برائے خزانہ): چھوٹی سی گزارش کرنی تھی۔

جناب چیئرمین: Minister صاحب کو سن لیں پھر میں آتا ہوں۔

جناب عمر ایواب خان: Sir, just for the benefit of the House آپ کی وساطت سے ہمارے Additional Secretary یہاں پر galleries میں بیٹھے ہیں اور ہمارے officers اوپر بھی بیٹھے ہیں، they take notes of the proceedings of the House. Thank you sir.

Mr. Chairman: Thank you.

جی عبدالرحیم خان صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! جو letter regarding minutes of the meeting of the Special Committee اس حوالے سے ہمیں ملا ہے، وہ یہ ہے۔ اس میں paragraph 4, sub-paragraph 2 میں in order to make the Session meaningful, the Minister of State for Finance and Minister of State for Economic Affairs will make a statement in the House on the state of the economy on the follwoing line, اور وہ ہے، rate of growth of the economy, rate of inflation, size of budget duty deficit reason, size of trade defocit reason, difficulties in execution of the current year budgetary proposals, rate of utilization of development expenditure اور اس طرح دیگر ہیں۔ جناب والا! یعنی پہلے وزیر خزانہ اس پر اپنی briefing دیں کیونکہ یہ طے ہوا تھا۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں بعد میں یہ سوچا تھا کہ اگر Minister صاحب بول لیں گے تو بعد میں جو rules ہیں اس کے تحت کام ہو گا۔ اس لئے انہوں نے یہ circulate کیا

ہے' plus Governor State Bank نے آج presentation دی ہے تو suggestions آ جائیں' اس پر پھر وہ wind up کریں گے۔ بعد میں یہ سوچا گیا تھا' یہ Committee کی طرف سے suggestion تھی۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! Committee سے یہ---

جناب چیئرمین: اگر وہ بول لیں گے تو پھر بعد میں wind up کیسے کریں گے' دو دفعہ بولنا پڑے گا۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: ان کا جو اپنا نقطہ نظر ہے اس پر بات کریں گے تو اس حوالے سے یہ Senate کے جو honourable members ہیں' وہ اس حوالے سے اپنی بات کو زیادہ اچھی طرح رکھ سکیں گے۔

جناب چیئرمین: انہوں نے circulate کر دیا ہے اور کوئی خاص بات ہوتی تو وہ ضرور بول لیتے۔ میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو سن کر بولیں۔ بہر حال آغا صاحب! آپ اس پر کچھ کہیں گے۔

سینیٹر کامل علی آغا: گزارش یہ ہے کہ اس میں یہ difficulty تھی کیونکہ جو rules ہیں' وہ اجازت نہیں دے رہے تھے۔ غالباً ہم نے 194 کے تحت اس کو move کیا ہے اور اس میں طریقہ کار یہی ہے کہ Minister صاحب conclude کریں گے۔ اس لئے یہ کرنا پڑا کیونکہ Rule 238 ہمیں پابند کرتا تھا کہ اگر ہم یہ motion move کریں گے' اگر statement ہو جائے گی تو پھر اس کے بعد debate نہیں ہو سکے گی rules کے مطابق طریقہ کار ہم نے adopt کیا ہے۔ ویسے دونوں policies lay کر دی ہیں' یہ ان کو دیکھ کر کریں۔

جناب چیئرمین: کیونکہ اگر کوئی ایسا point Government چاہتی جو کہ اس میں cover نہیں ہوتا' وہ خود بول دیتے۔

سینیٹر کامل علی آغا: جی بالکل available ہیں' بیٹھے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ notes بھی لیں گے۔

جناب چیئرمین: اسی point پر ہے' جی۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان، جناب چیئرمین! درخواست یہ ہے کہ اس میں جو طریقہ کار دیاگیا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ آپ rules میں نرمی پیدا فرمالیں۔ اس میں جس طرح مندوخیل صاحب نے کہا کہ after seeking in puts of the Minister, presented in the meeting, the Committee discussed the subject at hand and made the following unanimous decisions. اس میں پھر یہ ہے کہ انہوں نے جو بات بتائی کہ وہ statement دیں گے، in order to make the session meaningful, the Minister of State for Finance and Minister for Economic Affairs will make a statement in the House on the state of economy on the following line. یہ speech جو ہو گی جس طرح یہ rule میں ہے، یہ concluding نہیں ہو گی تو اس وقت economy کی جو صورت حال ہے، وہ House میں رکھنے کے بعد پھر ہمارے لئے ممکن ہو گا کہ ہم آئندہ بجٹ کے لئے اپنی تجاویز دے سکیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس لئے rules کی کوئی violation نہیں ہے اور Committee نے بہت اچھی تجویز دی ہے۔ میری تو یہ بھی گزارش ہو گی کہ آج Finance Minister اور Minister of State for Economic Affairs ان دونوں کی speech ہو جائے اور اس کے بعد پھر اجلاس adjourn ہو اور ہم کل سے اپنی تقاریر شروع کریں۔

جناب چیئرمین، یہ اصل میں اس طرح جمعہ کو ہونا تھا لیکن Opposition کا کوئی رکن نہیں رہا، یہ بھی رہ گیا تھا اور بعد میں, I think اس میں وقت کی بات تھی۔

سینیٹر وسیم سجاد، جناب! میں ذرا بات کرنا چاہوں گا۔ جناب والا! یہ صحیح ہے کہ اس قسم کی سفارش آئی تھی اور ہم نے اس وقت اس کو discuss کیا تھا لیکن اس کو بعد میں مزید discuss کیا گیا کہ جو یہ نیا طریقہ کار ہے، یہ کس طرح ہمارے rules اور ہمارا جو مقصد ہے اس کے مطابق ہو۔ پہلے یہ تھا کہ Minister صاحب statement دیں، اب Rule 238 کے تحت اگر Minister statement دیتا ہے تو وہ policy statement ہوتی ہے جوکہ ہو نہیں سکتی کیونکہ اس وقت بجٹ تو نہیں ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ اگر 238 کی Minister statement دیتا ہے تو rules کہتے ہیں کہ

اس پر discussion نہیں ہو سکتی تو ہمارا مقصد تو تھا کہ اس کو discuss کرلیں۔ پھر ہم نے یہ سوچا کہ کیا بہتر طریقہ ہوگا کیونکہ سفارشات ہم نے دینی ہیں Government سے ہم نے نہیں لینی۔ Government اپنا کام کرتی رہے ہم ان کو بتائیں گے کہ ہماری کیا suggestions ہیں، ہماری کیا proposals ہیں تو Government اس کو respond کرے گی۔ یہ نہیں کہ Government پہلے تجاویز دے تو مقصد تو پھر وہی ہوگا کہ یہ budget speech ہو گئی۔

دوسرا point یہ تھا کہ موجودہ طریقہ کار 194 کا ہے۔ ہم نے تفصیل سے آپس میں بیٹھ کے ان پر سوچا کہ House کے rules کو مدنظر رکھتے ہوئے، اپنے مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا بہتر طریقہ ہوگا۔ ہم نے سوچا کہ یہی طریقہ ہو گا جو 194 میں دیا گیا ہے کہ ہم discuss کریں۔ ہم proposal دیں اور پھر Minister Sahib کا اس پر جواب لیں کہ آپ کا کیا ردعمل ہے، کیا خیالات ہیں کیونکہ یہ بجٹ نہیں ہے یعنی اس کو ہم یہ سمجھیں کہ بجٹ یہاں پیش ہو رہا ہے، یہ بات نہیں ہے۔ یہاں پر ہم سفارشات دیں گے نہ کہ ہم Government سے سفارشات لیں گے۔

Mr. Chairman: I think let us proceed with the speeches and the suggestions.

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان، جناب چیئرمین! یہ تو ایسی بات نہیں ہے یعنی rules میں بھی میرا خیال ہے کوئی اس طرح کی بات نہیں ہے کہ Minister statement نہیں دے سکتا۔اصل بات تو یہ ہے کہ اس ہاؤس کی convenience کے لیے جس طرح committee نے propose کیا ہے کہ state of the economy کی کیا position ہے؟

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے تقریریں جاری رکھیں، تقریریں روکنا کوئی ایسی بات نہیں، تقریریں جاری رکھیں۔یہ اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے۔

سینیٹر وسیم سجاد، Rue 238 میں پڑھ کے سنا دوں جی کہ Minister صرف جو statement دے سکتا ہے وہ 238 کے تحت دے سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ A statement

may be made by Minister on the matter of public importance. اب ہم

public کوئی آپ کہ رہے کہہ نہیں تو کو ان اب ' ہیں رہے کر بات لیے کے discussion

importance کی statement دیں - پھر with the consent of the Chairman but no

question shall be asked, no discussion takes place at the time the

statement is made. تو پہلی بات تو یہ ہے کہ Minister can only make a statement

on the question of public importance. We don't want even to make a

statement because we are going to make the statement not he and No.2,

once a statement is made ....

جناب چیئرمین، ہر کسی کا اپنا view ہے اس طرح آپ اس کو دیکھ لیں they

are giving you the opportunity to interpret it as you want.

سینیٹر کامل علی آغا، جناب چیئرمین! اس کے علاوہ یہ دو suggestions سامنے آ گئی ہیں اور یہ printed ہیں اور ہر ممبر کے سامنے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی موجودگی میں مزید statements کی ضرورت بھی نہیں ہے اور ہمارا مقصد یہ ہے' جیسا کہ قائد ایوان نے فرمایا کہ ہم سفارشات مرتب کریں۔ ہم کیا کہنا چاہتے ہیں؟ بجٹ پچھلا تو ہمارے سامنے ہے۔ آئندہ کیا ہونا چاہیے اور آج تک کیا ہو چکا ہے۔اس لیے میرے خیال میں بہتر ہو گا کہ ----

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان، ہمارے خیال میں کوئی بجٹ تو ہے نہیں۔ بجٹ کی position کیا ہے؟ بجٹ کے اندر حکومت -----

جناب چیئرمین، بجٹ تو ابھی آ بھی نہیں سکتا ہے۔ میں عرض کروں کہ آپ کو Government ایک opportunity دے رہی ہے کہ جس طرح آپ سمجھتے ہیں حالات کو اپنے خیالات اس حساب سے دیں۔ تو یہ آپ کو ایک قسم کا اچھا موقع دے رہے ہیں کہ جس طرح چاہیں اس پر بولیں۔ جی .Minister Sahib

جناب عمر ایوب خان، بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ Basically sir میں گزارش یہ کرنا چاہ رہا تھا کہ جس طرح آپ اور ہمارے Leader of the House نے instruct کیا ہے' میرا خیال ہے کہ یہاں ہم لوگ suggestions لیں ۔ اس پر آج دوپہر کو ہی honourable

Senators نے Governor State Bank Sahiba across the political divide کی presentation سنیں۔ تقریباً ساڑھے تین گھنٹے presentation میں لگے ۔ اس کے بعد ابھی suggestions آ جائیں تو یہ suggestions ہم incorporate کر کے Sir, it will be much better and a fruitful excercise otherthan one sided وہ ہو اور اسی کے ارد گرد پھر چیزیں گھومتی رہیں گی۔

جناب چیئرمین ، I think اب شروع بھی ہو گیا تو we will continue. Mr. Bungalzai and I am glad MissSaadia Abbasi stuck to the time frame. We must stick to the time frameand avoid repetitions. اور دس منٹ ہیں کوئی اگر نئی suggestion ہے We will give a minute or so beyond.

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد۔ الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین ، میں نے دس منٹ کہا ہے تو Chair کو ایک گنجائش ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ گنجائش نہیں ہے۔ میں agree کر رہا ہوں۔ مجھے بھی پتہ ہے، میں نے پڑھا ہے لیکن دس منٹ سے زیادہ نہ لیں اور repeat نہ کریں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں۔ اس کے beyond اگر repetition نہیں ہے تو allow کریں گے۔ یہ گنجائش House نے دی ہے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی ، الحمد للہ، ہم آج ایک نئی روایت قائم کرنے جا رہے ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ پارلیمانی تاریخ میں ایک اچھی اور سود مند روایت ہے۔ اس ضمن میں Treasury benches اور حزب اختلاف سے جن ہمارے فاضل اراکین نے یہ تجاویز دیں ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور پارلیمنٹ کا حسن بھی یہی ہے کہ کسی چیز کو impose کرنے سے پہلے آپ اسے discuss کر لیں۔

جناب چیئرمین ! پندرہ کروڑ کی آبادی عالمی طور پر ایک صحت مند اور قابل Consumer country کہلاتی ہے۔ اتنی بڑی منڈی کے لیے جناب چیئرمین ! میں سمجھتا ہوں کہ بیرون ملک جو سرمایہ کار ہیں، ان کی ترغیب و تحریص کے لیے ہماری طرف سے کچھ initiatives

ہونے چاہئیں تاکہ ہمارے ملک کی گرتی ہوئی معیشت کو سنبھالا دیا جا سکے اور اس مملکت خدا داد کو واقعی ایک فلاحی اور بہترین مملکتوں میں شمار کرانے کے قابل ہو سکیں۔

جناب چیئرمین! repetition نہیں ہو گی اگر میں یہ کہوں کہ ہمارے ملک کو اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے مالا مال کیا ہے ۔ جو کچھ جہاں میں ہے' پاکستان میں ہے ۔ ہمارے ملک میں اگر کسی چیز کی کمی ہے تو وہ صرف planning اور حکمت عملی کی عدم دستیابی ہے۔ خلوص کی کمی ہے ۔ خود غرضی ہے ۔ selfishness ہے ۔ sincerity نہیں ہے وگرنہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا ملک آج بھی Middle East اور Far East کے ممالک سے کئی درجہ بہتر ہے ۔ ان کے پاس صرف ایک دولت ہے' تیل کی دولت۔ ہمیں اللہ نے نعمتوں سے نوازا ہے ' جس کے لیے اس کا بیحد شکریہ ادا کرتے ہیں ۔ جناب چیئرمین ! ---

جناب عمر ایوب خان: جناب چیئرمین! آپ کی اجازت سے۔ اسمبلی میں quorum ٹوٹ گیا ہے' مجھے وہاں جانے کی اجازت دیجیے۔ میری منسٹری کے ذمہ دار افسران یہاں بیٹھے ہیں۔ وہ نوٹس لیتے رہیں گے ۔ میں ان سے معلوم کر لوں گا ۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب چیئرمین! جیسا کہ میں نے اپنی تقریر میں بتایا کہ ہمارے پاس حکمت عملی اور planning کی کمی ہے ۔ آپ دیکھ لیں کہ گوادر Deep Sea Port کے حوالے سے سخاوت کا جو سمندر بہایا گیا' اس سے میں نہیں سمجھتا کہ ہماری معیشت مضبوط ہو گی ۔ ہم نے سنگا پور کی کمپنی کو چالیس سال تک بلا tender کے اسے handle کرنے کا award دیا ۔ اگر ہم واقعی مخلص ہوتے اپنی قوم کے ساتھ' ملک کے ساتھ' تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہمیں اسی گوادر کے سمندر سے 'جو ہم نے ان کو دے دیا ہے سنگاپور کمپنی کو ' ہمیں اربوں روپے کا ماحصل حاصل ہوتا ۔ دوسری جانب جناب چیئرمین ! آپ دیکھیں ہم نے ساڑھے پچیس ارب روپے کے قرضے مختلف بینکوں کو معاف کیے ۔ یعنی اگر میں یہ کہوں کہ ہمارے بلوچستان کے صوبے کے دو سال کے بجٹ جتنا اس کا حجم ہے ۔ کیونکہ ہمارے بلوچستان کو انہوں نے ساڑھے گیارہ ارب روپے پچھلے سال بھی دیا اور اس سے پچھلے سال بھی ' جبکہ ہمارے پورے صوبے کو جو federation کا ایک حصہ ہے ' اکائی ہے' انہوں نے ساڑھے گیارہ ارب روپے

دیے۔ میں یہ اس حوالے سے کہہ رہا ہوں کہ planning نہیں ہے۔ دوسری طرف انہوں نے پچیس ارب پچاس کروڑ روپے چار پانچ بینکوں کو معاف کیے، جن میں سرفہرست نیشنل بینک آف پاکستان ہے۔ جس کو دس ارب ترپیٹھ کروڑ روپے معاف کیے۔ نمبر دو، Industrial Development Bank ہے، اسے ہم نے پانچ ارب روپے معاف کیے اور وہ کس لیے؟ جی یہ non performance loans ہیں۔ تیسری طرف آپ دیکھیں جناب چیئرمین! ستم بالائے ستم ملاحظہ ہو، یہی آئی ڈی بی پی، ایک طرف پانچ ارب روپے قرضے ہم سے معاف کروا لیتا ہے۔ عوام ہمارے کاندھوں پر۔ دوسری طرف ہم سے مزید اٹھائیس ارب روپے مانگتا ہے۔ جب کہ ۱۹۶۱ء میں اس کی تشکیل ہوئی تھی، تو اس کی مالی استقامت تمام بینکوں سے بہتر تھی اور اب دیکھیں جی، اسی طرح Agricultural Development Bank نے بھی چار ارب چونسٹھ کروڑ روپے کا قرض معاف کرایا اور Small and Medium Enterprises Bank نے ایک ارب ترپن کروڑ اور بینک آف پنجاب کے تیرہ کروڑ ہیں۔ جناب چیئرمین! یہ نوٹ کرلیں، جو منسٹر صاحب کے لیے minutes لے رہے ہیں۔ میری تجویز یہ ہے، نمبر ایک، فوری طور پر ان قرضوں کو ان سے واپس لیا جائے۔ عوام کے خون پسینے کی کمائی کو اس طرح صنعتکاروں اور جنہوں نے بینک سے قرضے لیے، ان سے فوری طور پر واپس لیا جائے۔ نمبر ۲، مقامی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ جناب چیئرمین! اس وقت سیالکوٹ جو کہ ہمارے سرجیکل اور فٹ بال کے حوالے سے پوری دنیا میں مشہور ہے اس کی سرپرستی ہم نے چھوڑ دی ہے۔ نتیجہ کے طور پر اس وقت ۳ لاکھ سے زائد افراد بے روزگار ہو گئے ہیں، صرف ایک چھوٹی سی صنعت سے۔

جناب چیئرمین! میری دوسری تجویز یہ ہے کہ ہم فوری طور پر مقامی صنعتوں کی مزید حوصلہ افزائی کے لئے ان پر جو ہم نے پابندیاں لگائی ہیں ان کو ہٹا دیں۔ نمبر ایک، ہم نے ان کے قرضوں پر بھاری سود لگایا۔ نمبر ۲، خام مال جو برآمد کیا جاتا ہے ان پر بھاری ڈیوٹی لگائی گئی ہے جن کو remove کیا جائے۔ بچوں کے لیبر کے حوالے سے، جو ہم پر ناجائز دباؤ ہے، جناب چیئرمین! ناجائز دباؤ ہے۔ میں یہ لفظ استعمال کر رہا ہوں، ایک تو ہوتا ہے جائز دباؤ، ایک ناجائز دباؤ جو انہوں نے ہمیں اخلاقی حوالے سے کہا کہ یہ بچوں سے کام نہ لیا جائے تو جناب چیئرمین! ہمارے پاس بے روزگار پہلے سے اتنے زیادہ ہیں، بے روزگاری اتنی کثرت سے ہے کہ ہمارے

لوگ مہنگائی تلے دب رہے ہیں بے روزگاری کے ہاتھوں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں یہ رعایت خصوصی طور پر ان کو دی جائے جہاں اس وقت ۳ لاکھ افراد بے روزگار ہو گئے ہیں۔

جناب چیئرمین! سرمایہ کاری کے لئے ہمیشہ ۳، ۴ چیزیں بہت ضروری ہوتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ہم بیرونی یا اندرونی سرمایہ کاروں کو جب ترغیب دیتے ہیں تو وہ ہمارے سیاسی استحکام کو دیکھتے ہیں، وہ ہمارے مالی استحکام کو دیکھتے ہیں کہ وہ کس قدر ہے۔ ہمیں ملک کو سیاسی استحکام دینا چاہیے۔ قومی بچتوں کو فروغ دینے کے لئے ہم نے جس طرح ان کی حوصلہ شکنی کی ہے یہ تاریخ کے ریکارڈ کا ایک حصہ بن چکا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم بچے ہوتے تھے تو ہمارے نیشنل سیونگز بنک جو ڈاکخانے کے ذریعے چلتے تھے اب وہ ۱۴ فیصد سے میرے خیال میں اڑھائی فیصد پر آ گئے ہیں۔ یہ انہوں نے فروغ دینے کی بجائے حوصلہ شکنی کی ہے۔ ان کی دوبارہ حوصلہ افزائی کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ نیشنل سیونگز کے اکاؤنٹس جو کہ ڈاکخانوں میں کھلتے تھے، جہاں پر چاہے کوئی دیہات میں ہو یا شہر میں ہو اس کی access ہوتی تھی، ان کا دوبارہ اجراء کیا جائے۔ Gramen Bank بنگلہ دیش کی طرز پر ہم بھی چھوٹے چھوٹے قرضوں کا اجراء کریں اور وہ بھی بلا سود کیونکہ ہمارے لوگ دیہاتی ہیں۔ ان بیچاروں کو اگر پانچ ہزار روپے دیئے جائیں اور ان سے سود کے ضمن میں سات ہزار روپے طلب کئے جائیں تو وہ بیچارے کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ نہ ہی وہ کام ہو سکتا ہے جس کے لئے انہوں نے قرضہ لیا ہے۔

جناب چیئرمین! آپ کے توسط سے میری تیسری تجویز وزارت خزانہ اور CBR سے یہ ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے قرضوں کا Gramen Bank کو ماڈل بنا کر اسی طرز پر اجراء کریں۔

جناب چیئرمین میری چوتھی suggestion ہے کہ مختلف اضلاع کو انہیں tax free zone قرار دیا جائے۔ چھوٹی چھوٹی گھریلو صنعتوں سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے بلکہ جو بڑی بڑی انڈسٹریز ہوتی ہیں کچھ اضلاع میں خاص کر جو ہمارے بلوچستان اور سرحد کے remote areas میں ہیں انہیں tax free zone قرار دیا جائے۔ ہمارے پاس پورے ملک میں خام مال کی کثرت ہے۔ جہاں پر خام مال دستیاب ہے۔ جس طرح میں نے پچھلے بجٹ میں کہا تھا کہ میرے ضلع میں اس وقت دنیا کے سب سے بڑے ore کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ اگر ہم وہاں ایک منی سٹیل مل لگائیں۔ جناب چیئرمین! یہ باتیں اگر ہمارے حزب اقتدار کے لوگ note کر لیں، وہاں پر اگر ہم

ایک منی سٹیل مل بنا لیں تو نہ صرف پورے پاکستان کو بلکہ آس پاس کے جو وسطی ایشیاء کے ممالک ہیں یا خلیج کے ممالک ہیں اور ہندوستان ہے، افغانستان ہے، ان کو بھی ہم لوہا دے سکتے ہیں۔

پانچویں میری تجویز یہ ہے جناب چیئرمین! کہ زرعی پیداوار میں اگر ہمیں خود کفیل ہونا ہے تو ہمارے سامنے دو ہمسایہ ممالک کی مثالیں موجود ہیں۔ کوئی انہونی مثال نہیں یا کوئی نئی بات نہیں ہے کہ جس پر ہمیں کوئی تردد ہو۔ پنجاب میں امرتسر اور ہریانہ ہندوستان کی دو states ہیں اور اسی بلوچستان اور سیستان میں ایران کے جو صوبے ہیں، ان دونوں صوبوں میں مرکزی حکومتوں نے کسانوں کو free بجلی دی ہے۔ میں ایک آرٹیکل پڑھ رہا تھا جناب چیئرمین! آپ یقین کریں پنجاب کے وہ صوبے جو غلے کے ایک ایک دانے کو ترستے تھے آج وہ پورے ہندوستان کو غلہ سپلائی کر رہے ہیں۔ اسی طرح افغانستان میں بھی ہے۔ سیستان جو ایران کا ایک صوبہ ہے وہ پورے تہران تک غلہ سپلائی کرتا ہے۔ اگر اسی مثال کو ہم follow کرتے ہوئے اپنے ملک کو، صرف کسانوں کو اور جو زرعی farmers ہیں ان کو بجلی مفت دے دیں تو میں آپ کو جناب چیئرمین! یقین دلاتا ہوں کہ ایسی ایسی زرخیز زمینیں پڑی ہوئی ہیں انشاء اللہ ہم پورے ملک کو زرعی اجناس نہ صرف فراہم بلکہ export بھی کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! آخر میں میری ایک تجویز ہے کہ ایک فلاحی مملکت ہونے کے حوالے سے ہم نے ایک ناجائز بوجھ GST کے نام سے عام غریبوں پر ڈالا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ اسے فوری طور پر اگلے بجٹ میں ختم کیا جائے کیونکہ اس کا بوجھ indirect غریب لوگوں پر پڑ رہا ہے۔ امیر اور امراء کا طبقہ دو فیصد ہے۔ ان پر یہ بوجھ نہیں پڑے گا۔ ۹۸ فیصد لوگوں پر یہ بوجھ پڑے گا۔ تیسری بات جو bio gas and diesel کے حوالے سے میں کہہ رہا تھا کہ alternate energy پر ہمیں زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔ ہمارے ہاں الحمد للہ ایک corridor ہے ہوا کا۔ ٹھٹھہ کے ساحل سمندر سے لے کر بلوچستان کے کچھ علاقے آتے ہیں۔ اس طرح گزرتے ہوئے سیدھا ہندوستان کی طرف جاتے ہیں۔ اگر ہم wind energy یا solar energy پر توجہ دیں اور اس کے لئے کچھ پیسے مختص رکھیں اور ایک الگ وزارت کو ہم تشکیل دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جو energy کا بحران ہے وہ بھی کسی حد تک حل ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین! میں آپ کا ایک دفعہ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے، پورے ایوان نے بڑے تحمل سے، صبر سے میری تقریر اور میری تجاویز سنیں اور مجھے امید ہے کہ میری یہ تجاویز انشاء اللہ next budget میں آ جائیں گی۔ وما علینا الا البلاغ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ بابر غوری۔

سینیٹر بابر خان غوری (وزیر برائے جہاز رانی و بندرگاہیں): جناب! ابھی ہمارے محترم سینیٹر بنگزئی صاحب نے ایک point اٹھایا تھا گوادر کے حوالے سے۔ چونکہ بات record کی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کی درستگی ضروری ہے۔ انہوں نے ابھی اپنی تقریر میں کہا کہ پہلے ہم بچے ہوتے تھے۔ اس پر انہوں نے مثال دی۔ میں سمجھتا ہوں جب وہ خود کہہ رہے ہیں کہ میں بڑا ہو گیا ہوں لیکن جو بات انہوں نے کہی ہے میں کئی دفعہ اس کی وضاحت کر چکا ہوں اور وہ record پر بھی موجود ہے۔ چیزیں موجود ہیں۔ کوئی ایسی چیز نہیں کہ بغیر ٹینڈر دے دیا گیا۔ جیسے کوئی single پارٹی کو بلا کر دے دیا گیا۔ یہ سب ماضی کی باتیں ہو گئی ہیں۔ اس حکومت کے دور میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ باقاعدہ اس کے بارے میں اخبار میں ad دیا گیا اور even جب پہلا ad دیا گیا تو اس کا 11.5 meter draft تھا، اسے پھر دوبارہ دیا گیا اور 14.5 meter اس کو ہم نے draft کیا تاکہ کل کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ آپ نے مزید گہرائی کی تھی اور کوئی اور پارٹی interested تھی۔ وہ جو دنیا کے بہترین operators تھے انہوں نے already participate کیا وہ ہمارے ساتھ رابطے میں رہے۔ اس پر جو best آیا اور جو best پر revenue offer ہوا اس کے اوپر وہ دیا گیا ہے۔

دوسری بات جو انہوں نے کی کہ tax free zone ہونے چاہئیں، اچھی بات کی۔ میں ان کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ گوادر کو forty years کا tax free دے دیا گیا ہے تاکہ وہاں پر industries لگیں، set-up ہوں اور وہ بلوچستان کا part ہے۔ بلوچستان کے حوالے سے اگر کوئی ترقی ہوتی ہے تو ان کو appreciate کرنا چاہیئے اور اس کو welcome کریں اور وہاں کے لوگ کر رہے ہیں اور جو کوئی بھی اگر یہ سمجھتا ہے کہ گوادر پورٹ بننے سے اس کو کوئی اختلاف ہے تو پھر وہ بلوچستان کی development کا مخالف ہے۔ بلوچستان کی بہتری کے لئے

پاکستان میں جتنی jobs ملی ہیں، جو وہاں پر job کر رہے ہیں وہ سارے لوکل بلوچستان کے لوگ ہیں۔ جب سے ہم نے appointments شروع کی ہیں سارے بلوچستان کے لوگوں کو appoint کیا ہے۔ ابھی میں نے پچھلے دنوں وہاں پر فٹ بال ٹیم بنائی۔ سارے بلوچستان کے لوگ ہیں ۔ وہاں پر civic centre بن رہا ہے۔ بلوچستان کے لوگوں کے لئے بن رہا ہے وہاں پر وہ جشن منا رہے ہیں۔ وہ لوکل لوگ خوش ہیں۔ وہاں پر باقاعدہ ایک port کی operation کی ابتداء ہونے جا رہی ہے ابھی میں گوادر کے ناظم صاحب سے ملا ہوں تو انہوں نے باقاعدہ ایک جشن رکھا ہوا ہے جس میں رقص ہو گا اور وہاں پروگرامز رکھے ہوئے ہیں تو میں یہ حقائق بیان کر رہا ہوں۔ اب ماشاء اللہ سینیٹر ہیں، سمجھ دار ہیں اور اس ہاؤس میں غلط بیانی نہ کریں، جو بات ہے وہاں جا کر چیک کیا کریں۔ میرے پاس ہےمیں بتاؤں ایک چیز اخبار میں آئی اس کا process ہوا اس کا ایک consultant آیا آپ کے knowledge میں ساری چیزیں ہیں۔میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں۔ لہذا میری گزارش ہے کہ جب بھی یہ بات کریں تو یہ کم از کم facts and figures پربات کریں اپنی طرف سے ہر چیز کو غلط بیانی کرکے پیش نہ کیا جائے۔بہت شکریہ،

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی:point of explanation----

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ cross talk نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔انہوں نے وضاحت کر دی ہے کہ باقاعدہ tender ہوا اور draft بڑا گہرائی کا تیار ہوا تھا۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب چیئرمین! اسی ضمن میں، میں نے call attention notice دیا ہے، دودھ کا دودھ پانی کا پانی، وہ اس کو standing committee میں لے جائیں میں ان کو پورا ثبوت دوں گا۔ صرف اس طرح بیان دے کر -----

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے ۔ انہوں نے کہا ہے کہ discussion کے لیے ۔

سینیٹر بابر خان غوری: جناب! میں تیار ہوں جہاں لے جانا چاہیں لے جائیں ۔ standing committee کے لیے تیار ہوں ۔ہر ایک بات کے لیے میں تیار ہوں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: میں نے اس کے لیے call attention notice دیا ہے اگر وہ آ جائے گا تو میں اس ہاؤس میں discussion کروں گا۔ہم ایسے ہی باتیں نہیں

کرتے۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے انہوں نے offer کیا ہے' اس issue کو کسی وقت ہاؤس میں discussion کے لیے رکھ لیں گے۔ ٹھیک ہے ۔ مشاہد حسین صاحب۔

سینیٹر آغا پری گل، جناب چیئرمین صاحب! میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کراچی میں اتنے بڑے office میں اتنا بڑا حادثہ ہوا اس میں کافی دفاتر وغیرہ بھی تھے اور کتنے لوگ اللہ جانے چلے گئے میں پوچھتی ہوں کہ اس کے بارے میں بتائیں کہ کتنا نقصان ہوا وہاں ہمارے پورے پاکستان کے جو record پڑے ہوئے تھے ۔ اس کے بارے میں ذرا تفصیلاً بتائیں اور لوگوں کے بارے میں بتائیں کہ کیسے حادثہ ہوا؟

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی، جناب چیئرمین! اس کو standing committee کو refer کر دیں۔انشاء اللہ .I will produce ۔

جناب چیئرمین، move کریں۔ آجائے تو پھر کر دیں گے۔

سینیٹر کامل علی آغا، جب موجود ہی نہیں ہے تو standing committee کو کیا refer کرنا ہے ۔۔۔

جناب چیئرمین، اس کو لا کر move کر لیں گے۔وہ procedure follow کریں گے۔

سینیٹر کامل علی آغا، متعلقہ وزراء کی موجودگی کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ اگر record کے اوپر کوئی غلط چیز آئے تو اس پر آپ کو موقع ملنا چاہیے۔جناب چیئرمین motion پر آئے ہوئے تھے تو آپ کو یہاں پر بات کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک۔ اس لیے یہ ہے کہ ایک ان کا کوٹہ ہے ۔

جناب چیئرمین، مالک صاحب اس کا کر لیں گے۔وہ دیکھ لیں گے۔

سینیٹر کامل علی آغا، میرا خیال ہے کہ آپ نے مشاہد صاحب کو floor دیا ہے ۔ اب ان کو موقع دیں۔

جناب چیئرمین: بابر صاحب ذرا ان کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سینیٹر بابر خان غوری: جناب چیئرمین صاحب! پری گل صاحبہ ہماری بہن نے جو point اٹھایا ہے تو کل کا افسوس ناک واقعہ 20-9 منٹ پر PNSC کی گیارہواں جو فلور ہے۔ total sixteen floor ہیں۔ اس پر NESPAK اور PNSC کا آدھا office تھا وہاں پر آگ لگی اور اس کے بعد پھر یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ کیونکہ ہمارے پاس جو snorkels تھیں جو سٹی گورنمنٹ اور KPT کی، اس کی جو پہنچ تھی وہ صرف نویں منزل تک تھی تو اس کی وجہ سے اس آگ پر قابو نہیں پایا جا سکا کیونکہ نیچے فلور پر جو internal system تھا، ہمارے جو hoses لگے ہیں جو مختلف فلورز پر لگے ہوئے ہیں وہ کام کر رہے تھے اس سے ہم نے اس کو wet کیا اس کو cool کیا تو نیچے فلور کی بجائے اوپر کے فلور کی طرف آگ گئی پھر وہ بارہویں، تیرہویں، چودہویں، پندرہویں تقریباً سولہویں تک گئی تو گیارہ سے لے کر سولہویں تک جو فلور ہیں وہ تقریباً تمام کے تمام تباہ ہو گئے۔اس میں چھ افراد تھے جو گھبرا کے اپنی جان بچانے کے لیے اوپر چھت پر بھاگے تو جب آگ لگی اور دھواں بھرا تو وہ چھت پر چلے گئے ۔ میں اس ایوان کے توسط سے پاکستان نیوی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہماری request پر فوری طور ہیلی کاپٹر بھیجے اور ان کو وہاں سے ہم نے air lift کیا ۔ آرمی نے بھی back up کے لیے ہیلی کاپٹر بھیجا اور بروقت پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک جلتی ہوئی بلڈنگ سے زندہ افراد کو air lift کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ record کے حوالے سے بالکل وہاں پر جو دفاتر تھے ان کی تمام چیزیں تباہ ہو گئی ہیں۔ہمارا PNSC کا جو record ہے وہ الیکٹرونک ہے اس کا back up موجود تھا تو الحمد للہ ہمارے پاس جو record ہے وہ پورا ہے۔ابھی پرائیویٹ کمپنیز تھیں NESPAK, Mega shipping تھی اور دیگر جو offices تھے ان کا record تباہ ہوا اور ان کا نقصان کروڑوں روپے کا بتاتے ہیں۔ exact figures ہمیں پتہ نہیں ہے ابھی cause of fire detect نہیں ہے ۔ ابھی اس کی تحقیقات کا حکم دے دیا ہے تین رکنی کمیٹی بنائی ہے ۔ اس کو head کر رہے ہیں PNSC Chairman ان کے ساتھ دو آفیسرز ہیں ایک بریگیڈیئر راشد صدیقی اور کرنل زیدی ہیں، یہ اس کے ساتھ ساری investigation کریں گے۔ ہم نے اس

بلڈنگ کو چیک کرنے کے لیے کہ وہ دوبارہ استعمال کے قابل ہے یا نہیں ہے تو کراچی بلڈنگ کنٹرول کی جو اتھارٹی ہے ہم نے ان کو request کی ہے اور آج وہ معائنے کے لیے آئے تھے otherwise وہ حصہ منہدم کر دیا جائے گا یا نئی بلڈنگ تعمیر کی جائے گی۔ ابھی اس کا فیصلہ اس رپورٹ کے آنے پر ہے۔

جہاں تک اس ایوان کے اندر کارروائی کا تعلق ہے، معزز اراکین کو پتا ہونا چاہیے کہ جب وہ کوئی بات کہہ رہے ہوتے ہیں اور یہ آغا صاحب نے clear کیا ہے، وہ ایک ریکارڈ ہوتا ہے اور اگر وزیر صاحب تشریف فرما ہیں تو ان کو چاہیے کہ اس ریکارڈ کو درست کریں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: سید مشاہد حسین۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: وہ ایوان میں facts and figures دے دیں کہ کس کی کتنی بولی تھی۔

جناب چیئرمین: وہ اس وقت discuss نہیں ہو رہا۔ سید مشاہد حسین۔

سینیٹر مشاہد حسین سید: .Thank you sir بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ سینیٹ نے pre-budget session کا بڑا اچھا initiate لیا ہے تاکہ کھل کر پاکستان کی معیشت کے بارے میں discussion ہو۔ اس پر گفتگو کرنے سے پہلے میں یہ کہہ دوں کہ آج سمجھوتہ ایکسپریس کا بڑا افسوسناک واقعہ ہوا ہے اور میرے خیال میں اگر اس قسم کی انتہا پسندی یا دہشت گردی ہو تو اس کی سب مذمت کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگیا ہے کہ دہشت گردی کا نہ کوئی مذہب ہے، نہ کوئی national boundary ہے اور یہ انسانیت کا ایک مشترکہ دشمن ہے جس کی ساری civilized اقوام مذمت کرتی ہیں۔

جناب والا! economy کے حوالے سے initiative لیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! کسی ملک کی جو سیاسی آزادی ہوتی ہے اس کی material بنیاد اقتصادی آزادی پر ہوتی ہے، اس کی معیشت پر ہوتی ہے کہ اس معیشت میں کتنی جان ہے، economy میں کتنی strength ہے اور وہ strength different issues کے حوالے سے آپ کی خارجہ پالیسی میں reflect ہوتی ہے۔ اس حوالے سے پاکستان نے کافی اچھے steps لیے ہیں، اچھے

initiatives لیے ہیں اور اس سے ہماری economy strengthen ہوئی ہے۔ تین ' چار ایسے steps کا میں ذکر کرنا چاہوں گا before I come to the specific suggestions.

ایک تو یہ ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ہمیں IMF سے آزادی ملی ہے' IMF کے NOC سے ' IMF کی tranches سے ' IMF کی conditionalities سے تو یہ ایک بڑی significant development ہے کہ ہر وقت خواہ ہماری Finance Ministry ہو یا ہمارے economic managers ہوں ' ان کی dependence اس پر تھی کہ IMF سے کیا signal آتا ہے اور آگے کیسے چلیں گے۔ So, that has been one very positive step.

دوسرا ایک positive step یہ ہے کہ ہماری ایک investment friendly climate پیدا ہوئی ہے اور اس investment friendly climate میں ہم normally بات کرتے ہیں کہ دور گوروں کے پیچھے جاؤ' امریکہ کے پیچھے جاؤ' کینیڈا کے پیچھے جاؤ' یورپ کے پیچھے جاؤ ' وہ تو ویسے ہی travel advisery دیتے ہیں کہ علاقہ خطرناک کیا ہے ۔ ہم نے اپنی inmvestment کو focus کیا ہے in a region which is a fastest growing region China, Saudi Arabia, United Arab Emirates, Malaysia, Kuwait تو یہ ایک بڑی خوش آئند بات ہے کہ ہمارا investment focus ہے اور اب investment ten times زیادہ ہے We have 6 billion Dollars worth of investment today in Pakistan. That is another positive step. ایک اور جو بڑی positive development ہوئی ہے that today, ہمارا شمار ہونے لگا ہے among fastest growing economies in the region. Seven percent growth rate ہم نے sustain کیا ہے اور we must give due credit to the President of Pakistan, President Pervez Musharraf and also the Prime Minister, who has been his economic manager for the last few years. اس عرصے میں economic policies develop ہوئی ہیں۔

ایک اور بات اس economic process کی رہی ہے کہ at least ٹھیک ہے ' ہمارے ہاں الزام تراشیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن ٹھوس بنیادوں پر high level political corruption اس کا at the level of the cabinet ministers or at the highest

Of course, there is corruption in the society but - ہے نہیں وہ political level

جو لوگ اس ایوان میں بیٹھے ہیں چاہے not at the high political level, because

اپوزیشن کے ہوں یا حکومت کے ہوں اور خاص طور وزراء ہوں یا وزیراعظم یا صدرمملکت they

کے ذریعے corruption اور اس کو have a certain sanctity, the trust of public trust

violate کرنا میرے خیال میں اس سے بڑی لعنت ' اس سے بڑا ظلم یا زیادتی کسی ملک میں

نہیں ہو سکتی اور شکر ہے اب وہ نہیں ہے - So, ایک base بن گئی ہے پاکستان کی

آپ politically we have more freedom. جس سے کی economic independence

دیکھیں، ہم امریکہ کے حلیف بھی ہیں لیکن عراق کی جنگ ہوئی، ہم نے ان کی مخالفت کی ہے ، ہم

ان کے ساتھ نہیں ہیں کیونکہ عراق کی جنگ illegal تھی اور ہے۔ حماس کی election victory

ہوئی ، ہم نے حماس کے وزیر خارجہ کو یہاں بلایا اور جناب چیئرمین ! he was here, we

Iran لیاہے کہ clear stand ہوا۔ ہم نے nuclear programme ایران کا welcomed him.

has the right to develop a peaceful nuclear energy programme under

اور ہم نے ایران کے خلاف ووٹ نہیں دیا حالانکہ ہمارا ہمسایہ ہندوستان جو IAEA safeguards.

غیر جانبداری کی بات کرتا ہے انہوں نے امریکہ کے دباؤ میں آ کر ادھر ووٹ دیا۔ یہ عکاسی ہے

پاکستان کی قوت کی ' پاکستان کی strength کی جو strength reflect ہوتی ہے ہماری معیشت

پر۔

جناب چیئرمین! وقت آ گیا ہے کہ کئی issues کے حوالے سے' یہ بجٹ بھی آنے والا ہے' اس میں کچھ ٹھوس تجاویز دی جائیں ان areas میں جن areas پر شاید پوری طرح توجہ نہیں دی جا رہی یا ان areas کو جن میں ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر جو ہمارے غریب اور پسے ہوئے عوام ہیں' جو voiceless ہیں ' جو مظلوم ہیں ان کے خلاف جو زیادتی ہوتی ہے ہمارا فرض ہے کہ اس کا بھی ازالہ کیا جائے - میری تجاویز کے پانچ نکات ہیں۔ اس میں میری پہلی propsal یہ ہے کہ وفاقی حکومت کو چاہیے کہ فوری طور پر ایک فاؤنڈیشن بنائے اور اس کا نام رکھ لے "مظلوم فاؤنڈیشن" - مظلوموں کا ہمارے ملک میں کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ ہمارے ہاں قانون صرف لاوارثوں کے لئے ہوتا ہے' VIPs کے لئے ' امیرلوگوں کے

لئے اور even جو ہم لوگ ہیں Frankly we Parliamentarians are above the law in the country. Law کی selective definition ادھر نہیں ہوتی۔ اگر کوئی گینگ ریپ ہو رہا ہے، کسی خاتون سے زیادتی ہو رہی ہے، کوئی قبضہ گروپ ہے ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ 80% پاکستان کا غریب یا متوسط طبقہ ہے یا مظلوم طبقہ ہے جن کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ ایک ایسا ادارہ بن جائے جس کے پاس hot line ہو، اس کا نام مظلوم فاؤنڈیشن رکھ لیں۔ دس بارہ لوگ اس میں ڈال دیں، اپوزیشن کے بھی ہوں، حکومت کے بھی ہوں، judges بھی ہوں public figures بھی ہوں Human Rights کے لوگ بھی ہوں، عبدالستار ایدھی جیسے لوگ ہوں، دلیر دبنگ قسم کی خواتین ہوں جیسا کہ ادھر بیٹھی بھی ہیں (پری گل بیٹھی ہے کہ نہیں) سیمیں بھی تو Human Rights کی جنرل سیکرٹری ہے۔ہماری ساری خواتین ہی دبنگ ہیں۔اس حوالے سے یہ ضروری ہے we should have a *Mazloom* Foundation اس کا کوئی بیس، تیس کروڑ کا بجٹ ہو جو independently operate ہو۔ جہاں کوئی ظلم اور زیادتی ہو they should take notice of it اور مجھے خوشی ہے کہ Supreme Court under the Chief Justice Iftikhar Hussain Ch. Sahib وہ effective action لے رہے ہیں suo moto action لے رہے ہیں وہ public cases لے رہے ہیں اور ادھر بھی ہمارے ساتھ ایس ایم ظفر صاحب بیٹھے ہیں یہ تو خود Father of the Human Rights movement in Pakistan ہیں انہوں نے بڑا کام کیا ہے۔جناب والا! یہ ضروری ہے۔ ہم Parliament کے نمائندے ہیں، ہم عوام کے منتخب نمائندے ہیں، ہمارا فرض ہے کہ جو غریب عوام ہیں، جو مظلوم عوام ہیں، جن کی آواز اقتدار کے ایوانوں تک سنائی نہیں دیتی ان کی آواز وہاں پہنچائی جائے اور ایک ایسا ادارہ ہو۔ ہمارے system میں یہ ایک کوتاہی کہہ لیں۔ اس لئے ایک مظلوم فاؤنڈیشن ہو جس کی ایک hot line تیار ہو۔ آپ دیکھیں کتنے لوگ ڈی پورٹ ہو کر آئے ہیں، وہ ٹور آپریٹرز کو پیسے دیتے ہیں، باہر جاتے ہیں، باہر جا کر ان کو arrest کیا جاتا ہے، مارا جاتا ہے، کوئی پوچھتا نہیں، کوئی انکوائری نہیں ہوتی اس کے اوپر rule of law اور اس کی implications برابر غریب، امیر، بڑا، چھوٹا اس کے لئے بہت ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ it is only the privileged few who are above the

I think, that is No.1 my proposal.

atleast government should allocate دوسری میری proposal یہ ہے کہ

100 million rupees fund for special skills Insurance fund. جناب ! ہمارے ہاں جو

Artist, Sportsmen, Journalists, Photo special skills کے لوگ ہیں میرا مطلب ہے

problem Journalists, Artisons میں خود بھی Information Minister رہا ہوں۔ ان کا بڑا

ہوتا ہے۔ کوئی بھی ان کا Health Insurance, Life Insurance کا system نہیں ہے

there is no social security net for people who are skilled, who contribute

the society, who contribute to the state of Pakistan ان میں سے کوئی بیمار ہوگیا یا

ان کا کوئی بندہ مرگیا تو ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ ان کا بہت برا حال ہوتاہے تو اس

حوالے سے 100 million ruppes کا Special Skilled Insurance Fund ہو جو sportsmen,

Journalists, Artists, Artisons, and Photo Journlasists کے لئے apply کرے ۔

اس کے ساتھ NGOs کے پاس یا Foreign Donors کے پاس اتنا پیسہ ہے matching grant

آپ لیں from the donors تو وہ ایک endowment بن جائے گی جو کوئی بیمار ہوا یا خدا

نخواستہ کسی کی death ہو گئی، ان کے بچوں کے لئے ، اس کی بیوہ کے لئے ، ان کے لواحقین

کا وہ خیال رکھ سکیں۔ یہ سوسائٹی کا فرض ہے and we owe it to these people who

contribute their all skills to the society and to the State of Pakistan.

تیسری میری proposal, sir, ہے، human rights کے حوالے سے that we

have a division of human rights. ابھی human rights کی hearing بھی آپ نے

کروائی تھی، اس میں بھی بات ہوئی تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضروری ہے کہ we should

have a separate, exclusive Ministry of human rights. Human Rights کی ایک

علیحدہ وزارت ہو، ایک علیحدہ وزیر ہو، وہ coordinate کرے صوبوں کے درمیان، وہ

coordinate کرے human rights organizations کے ساتھ اور it should be the

bridge between the State and the people of Pakistan on human rights

issues کیونکہ human rights کا مسئلہ now it is cross boundaries. یہ human rights

کا مسئلہ جہاں بھی ہوتا ہے' internationally آواز بھی اٹھتی ہے اس کے لئے اور Amnesty International جیسے ادارے ہیں human rights کے اور بہت سے اچھے ادارے ہیں ان سے بھی coordinate کرے۔ ہمارے پاس اتنی ministries ہیں' ماشاء اللہ ہماری بہت بڑی Cabinet بھی ہے اور بڑے numbers کی ہے but on this issue, I feel, that there should be a separate exclusive Ministry of Human Rights. آجکل تو سارے issues ہی human rights کے حوالے سے ہیں۔ روزانہ کوئی نہ کوئی delegation اسلام آباد آیا ہوا ہوتا ہے' ان سے coordinate کریں' ان سے discuss کریں کیونکہ last time جو hearing کروائی تھی ایس ایم ظفر صاحب کی Human Rights Committee کی' میں بھی اس کا ممبر ہوں' میں نے دیکھا ہے کہ کچھ issues ہم نے اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ معاملہ کافی کمزور ہے۔ ایک division سا بنا ہوا ہے' ایک چھوٹا موٹا desk بنا ہوا ہے' so it has to be elevated and it will show a Pakistan's commitment to that.

چوتھی proposal جناب چیئرمین! میرا خیال ہے کہ as Chairman of the Senate Foreign Relations Committee, ہماری خارجہ پالیسی کی overall direction is correct لیکن اب خارجہ پالیسی کی کئی dimensions آگئی ہیں۔ کافی پہلے پاکستان کی آزادی کے بعد 40, 50 سال ہمارا focus تھا قومی سلامتی پر' security پر' کیونکہ ظاہر ہے ہمیں خطرہ بھی تھا باہر سے' ہم پر aggression بھی ہوئی' ہم پر حملے بھی ہوئے' جنگیں بھی ہوئیں تو اس حوالے سے national security has been paramount but national security cannot just be measured in purely military might alone کہ جی آپ کے پاس ایٹم بم آگیا ہے' ٹینک آگیا ہے' national security کی کئی dimensions ہیں۔ اس میں economy is one dimension اور culture, ثقافت ایک بہت بڑا dimension ہے۔ آپ image کے لئے' آپ کو build up کرنے کے لئے۔ آپ دیکھیں' میں example دیتا ہوں ہندوستان کی۔ ہندوستان کا آدھا influence, Arab World میں یا Russia میں یا Central Asia میں is through their ثقافت۔ ابھی تک لوگ یاد رکھتے ہیں کہ جی راج کپور کی movie "آوارہ" تھی اور وہ اس کے گانے گاتے ہیں۔ عرب میں جاتا ہوں تو وہ بھی فلمیں

دیکھ رہے ہیں۔ لہذا یہ films, music, culture, ان کا بڑا important role ہوتا ہے۔' ہماری foreign policy میں' میرے خیال میں' we should appoint a special office of a cultural ambassador. ہمارا بہت rich culture ہے۔ ہمارے culture میں بڑی جان ہے۔ آپ دیکھیں کہ استاد نصرت فتح علی خان کا جو گانا تھا' "میرا پیا گھر آیا"' اس کو سارے Bollywood نے copy کیا' we were dominating. ابھی عدنان سمیع خان پاکستان سے گئے ہیں' ہمارے جو showbiz کے حالات ہیں they dominate. اس میں soft image کی projection کی آپ بات کرتے ہیں۔ ہمیں کسی باہر کی کمپنی کو ٹھیکے دینے کی ضرورت نہیں ہے' we should have our own rich culture. اس میں صوفی culture بڑا strong ہے' تمام صوبوں کا culture ہے' اس کو آپ promote کریں۔ اس کے لئے میرے خیال میں we should have an office of cultural ambassador اور cultural ambassador کا ایک rank ہونا چاہیے جو کہ Minister of State کا ہونا چاہیے۔ انڈیا میں foreign ministry میں ایک ہے' Indian Council of Cultural Relations (ICCR). امریکہ میں ان کا State department ہے Office of Public Diplomacy ہے اور American Cultural Centers ہیں پوری دنیا میں۔ چین نے اب بنایا ہے Confucius Center ہے جو ان کے culture کو آگے لے کر چلے گا۔ جو ابھی ترکی نے بنایا ہے رومی فورم' ان کا دفتر ابھی کھلا ہے اسلام آباد میں۔ ایران کا اپنا cultural center ہے تو ہماری جو خارجہ پالیسی ہے اس کا ایک اہم جزو' ایک اہم instrument culture ہے۔ آپ کی جو اردو زبان ہے' ماشاء اللہ آپ دیکھیں اس وقت over a billion people, ایک ارب لوگ اردو زبان کو سمجھتے ہیں۔ چھوٹی زبان نہیں ہے' یہ بہت بڑی زبان ہے۔ پورا ہندوستان' نیپال' بنگلہ دیش' پاکستان اور جو لوگ فارسی بولتے ہیں وہ بھی تھوڑا بہت سمجھ جاتے ہیں۔ ابھی میں ازبکستان گیا تھا' وہاں مجھے پتا چلا کہ ڈھائی ہزار الفاظ ازبک زبان کے وہی ہیں جو اردو زبان کے ہیں۔ ہماری اردو زبان کی بڑی قوت ہے اور اس میں علامہ اقبال کا کردار ہے۔ علامہ اقبال صرف پاکستان کے شاعر نہیں ہیں وہ اردو کے حوالے سے' فارسی کے حوالے سے' ترکی کے حوالے سے' even عربی میں ان کا کلام ہے' Central Asia میں ان کا مقام ہے' تو اس حوالے سے ایک cultural ambassador ہونا چاہیے and it should

be part of the Ministry of Foreign Affairs, اور وہ آپ کی foreign policy کو promote کرے۔ ہماری foreign policy میں یہ ایک missing dimension ہے اور میرے خیال میں اب وقت آ گیا ہے کہ اس کو institutionally کریں کیونکہ ہم کئی کام دائیں بائیں کرتے ہیں لیکن اس کو focus اس طرح نہیں کیا جاتا۔

آخر میں میرا final point ہوگا on foreign investment کہ ابھی بھی جب لوگ ہمیں ملتے ہیں جب میں باہر travel کرتا ہوں، businessmen ہیں، پاکستانی ہیں، باہر سے آتے ہیں، ان میں ایک complaint بہت زیادہ ہے کہ ہمارے ہاں لال فیتہ، bureaucratic red tape بہت مضبوط ہے۔ ہم One window operation بنانے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے کہ آسانی سے آپ invest کریں۔ اب جو بندہ خود اپنا پیسہ لے کر آ رہا ہے اس کو تو ہم موقع دیں۔ آپ مثال دیں دو ممالک کی جو آپ کے ارد گرد ہیں۔ ایک چین ہے جو کہ بظاہر ایک communist ملک ہے، one party state ہے، کتنی آسانی سے آپ چین میں investment کر سکتے ہیں اور دوسرا ملک ہے دوبئی۔ آپ invest کریں، آپ کو فوراً multiple visa ملتا ہے، آپ کو land دیتے ہیں، آپ کو infrastructure دیتے ہیں، آپ کو facilities دیتے ہیں۔ وہاں پر کئی لمبے چوڑے hastles نہیں ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں اس حوالے سے بھی I think our finance and economic managers should devise a policy کیونکہ ہمارا problem ہے کہ ہمارا bureaucratic structure ابھی تک British Colonial چل رہا ہے۔ اس میں the right hand does not know what the left hand is doing. اس investment کے حوالے سے، اللہ کے فضل سے بڑی investment آ رہی ہے، Government is doing a good job in getting this investment to generate investment. اور jobs and employment بھی generate کرے گی، feel good factor لوگوں میں آئے گا اور ہمارا image بھی اجاگر ہوگا۔ اس حوالے سے we need to have a one window operation on that. A task force should be appointed which should work out in 90 days کہ کون سے فضول قسم کے قوانین، ہمارے دقیانوسی قانون پڑے ہوئے ہیں، ہر چیز پر کچھ silly rules and regulations ہیں، اس کو

کاٹیں۔ You need a big pair of scissors to snap this red tape اور اس لال فیتے کو کاٹیں اور لوگوں کو encourage کریں۔ آپ کے پاس اتنے لوگ آتے ہیں لیکن وہ سب مایوس چلے جاتے ہیں کہ جی ہمیں یہ نہیں ملا۔ ہر ایک کے پاس کوئی نہ کوئی story ہے except high profile visitors. اس میں I think the Government should take an initiative. Our economy has been stabilized. Our economy is taking off. Our economy is giving strength to our foreign policy, is giving strength to our domestic scenario also. اب اس میں جو کوتاہیاں ہیں جیسا کہ میں نے بات کی غریبوں کی یا مظلوموں کی، ان کی آواز کے حوالے سے ہے۔ ہماری خارجہ پالیسی میں cultural component کی ضرورت ہے اور ہماری economy میں management اور خاص طور پر investment کی ضرورت ہے اور اس میں we need one window operation. That will make our policy more effective and more friendly towards foreign investors. Thank you very much Mr. Chairman.

جناب چیئرمین: مولانا گل نصیب خان۔ مولانا صاحب آپ بولنا چاہیں گے۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: بعد میں۔

جناب چیئرمین: بعد میں اچھا۔ پروفیسر محمد ابراہیم۔ حاجی رحمت اللہ خان کا کڑ۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: عمر ایوب صاحب ہمارے ساتھ وعدہ کرتے ہیں کہ میری گزارشات کو ردی کی ٹوکری میں نہیں پھینکا جائے گا۔

جناب چیئرمین: نہیں پہلے پڑھیں گے ضرور اس کے بعد جس قسم کی ہونگی ویسا ہی کریں گے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: میں ابھی سے بیٹھ جاتا ہوں۔ اپوزیشن کی تقریر میں جو لکھا ہے اس کا سب کو پتا ہے۔ یا آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ ٹھیک ٹھاک خاندانی قسم کی رولنگ دیں گے۔

جناب چیئرمین: ضرور توجہ دیں گے، وہ آپ کے خاص شیدائی ہیں۔ بالکل توجہ دیں

گے۔

عمر ایوب خان، گزارش تو کریں پھر دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ، Sir with the permission of the Chair میں کل صبح کے اجلاس میں گزارش کروں گا۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔

سینیٹر کامل علی آغا، جناب چیئرمین! سینیٹ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ pre-budget session ہو رہا ہے اور یہ proposals دی جا رہی ہیں۔ یہ ان کو appreciate کرنا چاہیئے اور ان کو امید رکھنی چاہیئے۔ ان کے اپنے ادوار کو دیکھیں، یہ اپنے صوبہ سرحد میں جا کر دیکھیں کہ یہ اپوزیشن کے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔ یہاں پر بیٹھ کر یہ اس قسم کے گلے کرتے ہیں۔ مجھے دکھ ہوتا ہے اور مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ جناب اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھ لیا کریں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ، ہم participate بھی کرتے ہیں اور آخری بات کو پرزور طور پر رد بھی کرتے ہیں۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان، سرحد کا سالانہ بجٹ اپوزیشن اور حکومت والوں نے اتفاق رائے سے پاس کیا ہے۔

جناب چیئرمین، جناب کامران مرتضیٰ، ڈاکٹر خالد محمود سومرو۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو، کل جی۔

جناب چیئرمین، کل پھر اتنا بھاری دن ہوگا۔ آج کیا کریں۔ چلیں پھر میں بگٹی صاحب، مولانا راحت حسین بھی نہیں ہیں۔ مولانا محمد حسین صاحب۔ رضا محمد رضا صاحب ۔ عبدالرحیم صاحب آپ بولنا چاہیں گے، ویسے آپ کا نام بدھ کے لئے لکھا ہوا ہے۔ اچھا ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ، میرا خیال ہے عبدالمالک صاحب بھی نہیں ہیں اور ڈاکٹر محمد ساجد بھی نہیں ہیں۔ چلیں ہارون خان صاحب کو سنتے ہیں۔ Mr. Haroon Khan please.

سینیٹر ہارون اختر خان، جناب چیئرمین! میں اپنی suggestions دینے سے پہلے

ایک بہت اہم نکتہ raise کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ہاتھ اٹھایا تھا، موقع نہیں ملا۔ اگر PNSC کی بلڈنگ کے گیارہویں floor پر آگ لگ جائے تو فائر بریگیڈ کے پاس ladder نہیں ہے۔ پھر کل سے کراچی میں گیارہویں floor سے اوپر جو بھی کام کرتا ہے میرا خیال ہے اس کو کام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کی جان خطرے میں ہے۔ I think we must really pay a lot of attention to this. اگر بلڈنگ 25 یا 28 منزلہ ہو، حبیب بنک پلازہ دیکھیں، MCB کی نئی بلڈنگ بنی ہے، اگر ان کے پاس وہاں تک پہنچنے کے لیے سیڑھیاں نہیں ہیں تو خدانخواستہ اگر آگ لگ جائے تو کون بجھائے گا؟

I think we should take this very seriously and do something about this because important lives, precious lives are at stake. Thank you Mr. Chairman. Mr. Chairman, I will come right to the point to make my speech productive and I will try to make my suggestions simple so that most of us can understand it.

جناب چیئرمین! سب سے پہلے یہ جو process start ہوا ہے I think it is great achievement. This is the first time in the history of Pakistan that this has happened but we should formalize it. سب سے پہلے ہمارا کام ہے کہ ہم ایک law بنائیں۔ میں نے یہ پہلے بھی point out کیا تھا، we are one of the few countries in the world which do not have a budget law as such. ہمارے ارد گرد جتنے بھی countries that matter, and the westren world, they all have budget laws and the budget is made according to a procedure and the law.

Secondly Mr. Chairman, this mid term review should be made mandatory.

اس میں گورنمنٹ کو چھ ماہ کی کارگردگی کو سامنے لانا چاہیے، so that we can debate on that because جب سال گزر جاتا ہے، it is too late, we are more interested in the next year. The year has passed

and there is too much debate on the performance of the government in that year. So, I think the mid year review must be made mandatory and the government should present its size and tell the House about the 6 months performance of that current year. Similarly Mr. Chairman, it is amazing

کہ ہم پورا سال ختم ہونے کے بعد supplementary grants کی approval لیتے ہیں۔ Supplementary grants وہ ہوتی ہیں جو پیسہ خرچ ہو چکا ہوتا ہے۔ دنیا میں جہاں Parliaments ہیں، وہاں کوئی پیسہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر یا اس سے پہلے خرچ نہیں کیا جاتا تو جو بھی supplementary grants ہیں یہ 6 months کے review کے بعد مانگنی چاہیئں تا کہ پارلیمنٹ اس کی approval دے اور پھر وہ پیسہ خرچ ہو۔

The third thing, which is very important in this procedure is that the budget of the next fiscal year should be presented in the House at least three months prior to the end of the fiscal year

تا کہ اس پر ایک productive debate ہو سکے۔ United States کا میں بتاؤں کہ کانگریس میں بجٹ فروری میں پیش ہوتا ہے اور September میں fiscal year شروع ہوتا ہے۔ ایک بجٹ پر آٹھ مہینے debate ہوتی ہے اور اس کے بعد پھر بجٹ پارلیمنٹ میں آتا ہے، کانگریس میں آتا ہے اور pass ہو کر law بنتا ہے۔ These are my summary suggestions.

اب میں کچھ industries کے بارے میں اور specific sectorial suggestions دینا چاہتا ہوں، you must have heard in the papers but I would like to summarize them. سب سے پہلے جناب چیئرمین!

textile sector, look at the importance of the textile sector. It contributes 11% to the GDP. It contributes 62% to the total exports. It contributes 35% to the labour force of this country. It consumes approximately 100% cotton grown in this country. This is the significance of this sector. This sector is getting sick. We are reading in the papers.

یہی sector دنیا میں compete کر کے billions and billions of dollars کی exports کر رہا ہے۔ یہی sector ہے جس نے پچھلے پانچ سال میں 5 billion dollar کی machinery import کی ہے اور اسی sector نے India, China کو بھی compete کیا ہے۔ There must be reason why this sector is not competitive.

اس چیز کو ہم delay کرتے رہیں گے تو we will lose the market . It will be very difficult to get back to the market. I think the Government should move on and fast track, come out with a package and make it competitive with its neighbours like China, India Bangladesh. If we don't do that I think our exports will start going down, unemployment will increase and as a nation we will lose.

No.2 Industry. I would like to talk about the Sugar Industry. Two points Mr. Chairman, میں نے بڑے forum پر بھی یہ بات کی ہے۔ SugarIndustry میں یہ ہوتا ہے کہ کارکردگی ہو جاتی ہے، سال گزر جاتا ہے اور blame game شروع ہو جاتا ہے۔ حکومت انڈسٹری کو blame کرتی ہے۔ انڈسٹری حکومت کو blame کرتی ہے۔ کوئی farmer کو کرتا ہے۔ اس طرح ایک vicious circle میں پڑ جاتے ہیں۔ دو بنیادی مسائل ہیں۔ ہماری ملک میں جو گنے کی فصل ہے اس کی yield and recovery is the worst in the world. اب اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو Government ایک minimum support price گنے کی announce کرتی ہے that is not based on quality تو کسان کو کسی قسم کا incentive نہیں ہے ایک اچھی فصل، ایک اچھی higher quality کا گنا اُگانے کے لئے۔ لہذا وہ اس طرح کا گنا ہوتا ہے جس کو ایک minimum support price نہیں ملے گی۔ The second problem is دنیا میں جہاں بھی development basically sugar industry کرتی ہے جب شوگر انڈسٹری کو ایک ایریا دیا جاتا ہے، ایک voluntary zone,development zone دیا جاتا ہے، جس کے اندر وہ پیسے لگاتی ہے، جب اس کو یہ پتا ہو کہ وہ گنا یا اس کی فصل اس کے پاس آئے گی۔ پاکستان کے یہ

دیں کہ گنے والے کو یہ incentive ہو کہ اگر اچھی قسم کا گنا لائے گا تو اس کو زیادہ پیسے ملیں گے اور شوگر مل والے کو یہ incentive ہو کہ جس ایریا میں وہ پیسے لگائے گا اس ایریا کا گنا اس کے پاس آئے گا تو یہ ہمارا مسئلہ ختم ہو جائے گا ۔ ہم اسی ایریا میں اتنی چینی بنائیں گے کہ نہ صرف ہم اس میں خودکفیل ہو جائیں گے بلکہ اس کو ایکسپورٹ بھی کرسکیں گے بصورت دیگر یہ مسئلہ رہے گا ۔

Mr. Chairman, recently a report was published by the World Bank کہ ہماری
share as a percentage in GDP is going جی ڈی پی میں جو major crops ہیں ان کا
down. اب دیکھنے میں یہ لگتا ہے there will be several explanations کہ پانی نہیں ہے'
موسم خراب ہے ' بارشیں نہیں ہوئیں' یہ ہے وہ ہے ۔ But I tell you the problem of this
is that our agricultural yield has become static. آپ پچھلے پانچ سال کی
performance دیکھ لیں ۔ آپ کی yields بڑھی ہیں ' آپ اپنے اردگرد دیکھ لیں۔ آپ دنیا
میں دیکھ لیں ۔ آپ جو فصل لیتے ہیں وہ ہماری yield per acre is perhaps either
average or below average or one of the worst in the world. ہم جب تک اپنے
کسانوں کی yield per acre ٹھیک نہیں کریں گے ہماری major crops problem دیتی رہیں
گی۔ Problem یہ ہوتی ہے کہ ایک سال ایک فصل کم ہوتی ہے اس کی قیمت بڑھتی ہے ۔ کسان
اس فصل پر آ جاتا ہے ۔ پھر اس کی قیمت میں کمی ہو جاتی ہے ۔ As a whole if we look
at the agriculture sector ہم اس کی productivity نہیں بڑھا رہے اور that is why کہ
جی ڈی پی میں اس کا percent share گرتا جا رہا ہے ۔ and it is a major concern
because agriculture forms about 22-23% of our GDP. I think as a

suggestion that we should bring about policies in the next budget جس کے
اندر farmer کو direct incentive دیا جائے about his yield کہ جو farmer اپنی yield
بڑھائے گا اس کو direct incentive دیا جائے that should be proportional to the
yield that the farmer produces from his given land.

Mr. Chairman, by the grace of God this country has had an

average GDP growth rate of 7% in the last 3-4 years. It is a phenomenal achievement.

اسی rate پر اگر ہم بڑھتے رہے تو انشاء اللہ ہمیں power کی ضرورت ہے۔ I am greatly concerned about the shortage of power in this country. I think we should have been looking at this 3-4 years ago but we have now realised the

اعداد جو problem because load shedding has been started. Mr. Chairman,

وشمار میرے پاس ہیں اگلے چار پانچ سال میں پاکستان will have a severe shortage واپڈا

اپنے projects لگاتا نہیں ہے۔ Dams are the solution but dams will take time.

Dam will take a number of years to come on line. Mr. Chairman, power

project پرائیویٹ سیکٹر لگاتا ہے The problem is for the power projects that

that is gas. ہے viable fuel دنیا میں جو سب سے there is no viable fuel available.

I think in 2011, جو gas project کر رہا ہے We are short of gas and Pakistan

we will have major shortages and we will have to depend on either

جناب چیئرمین! میرے خیال میں اگر liquid natural gas اور pipeline gas from Iran

fuel کو power میں استعمال کیا جائے تو that is very expensive, we have an

indigenousresource, we have coal but the private sector cannot get into

business of mining. The private sector wants fuel available, if it wants to

go into the power sector, I would recommend that the government makes

گورنمنٹ خود coal mining جس کے اندر یہ some immediate plan on war footings.

سنبھالے، کوئلے کو mine کر کے as a fuel available کرے، even if we have to

import, the imported coal is cheaper than the furnace oil and it is cheaper

اگر یہ گورنمنٹ and I tell you یہ گورنمنٹ خود ذمہ داری لے than gas in some cases.

fuel کوئلے کی ذمہ داری لیتی ہے اور آپ دیکھیں کہ power projects کس طرح لگتے ہیں اور یہ

جو ہمارا gap ہے کتنی جلدی fill ہوتا ہے otherwise you are heading towards

trouble.

Mr. Chairman: Another sector is gas, I just mentioned about gas, we are going tohave severe shortage, this is a fuel, that we have available and it is cheap, recently there were representations given by the Petroleum Ministry

جس پر انہوں نے کہا تھا کہ یہ shortage of liquid, fuel, natural gas سے پوری ہو گی۔

کے But what I fear about and what I am afraid, liquified natural gas

So, if we start going ۔ہیں ہوئے گئے book نے futures already India and China

تو to the market today and start booking the futures, it might not that easy.

یہ جو gas کی shortage ہے اس کو بڑا seriously دیکھا جائے اور اس کے بارے میں immediate measures should be taken.

My next suggestion is regarding taxation. Mr. Chairman, a lot has been said and written about taxation. I think the basic problem of Pakistan in taxation is that our base is not that broad. I was amazed at looking in certain figures which I will give to you, look at the lopsided distribution of taxes. Manufacturing sector contribute 17.1% to the GDP, tax share is 62.2%

مطلب ہے اس کا GDP 17% میں حصہ ہے اور ٹیکس میں 62% ہے۔ look at the

wholesale and retail trade sector اس کا GDP میں 17% حصہ ہے، یہ 2.8% tax پہ

contribute کرتا ہے ۔ Agriculture sector also, there can be two views about that but just looking at the statistics. Agriculture is 20.2% of the GDP, it contributes 1.2% in the taxes only. I think my suggestion would be ایک تو اس کا base broaden کیا جائے، جو اس وقت sector probably کم pay کر

رہے ہیں ان پر کسی قسم کا کسی طریقے کے ساتھ ٹیکس لگایا جائے۔ Mr. Chairman, you look at the stock market and I have raised this on other forum also. Look at the stock market. ایک غریب آدمی جاتا ہے اور ایک کلو چینی خریدتا ہے، اس میں 15% sales tax شامل ہوتا ہے، وہ ایک کلو گھی خریدتا ہے، اس میں sales tax شامل ہوتا ہے۔ In real estate or stock market billions and billions of rupees have been made, it has made people multi-billonaires in this country. Imagine how much tax that have they paid, hardly anything. So, we let people make billion without paying tax. Then we resort to over taxation is certain sectors. Then we resort to 15% sales tax to be paid by the poor people, this is the problem, look at another anomaly, look at the real estate sector. اسی طرح real estate sector میں اربوں روپے بنے ہیں and whatever tax we have, we have started a tax. Capitalvalue tax لگتا ہے that such a slab of the rate, it is nothing. I would recommend ایک تو سٹاک مارکیٹ should be taxed جتنا profit بناتے ہیں why we are afraid to tax people on the profit. آپ ان کو 50% rebate دے دیں، جو کچھ کریں but they should pay debt on the profit that they made. Similarly the real estate sector, if a person makes three crore rupees, whyshould he not pay tax on that آپ level reduce کر دیں، باقیوں کا level 25% ہے اس کو 10% کر دیں but people should realize and understand that they should have to start paying tax of their profits. یہ اربوں روپیہ ہے اور اربوں روپیہ collect ہو گا اور اس سے غریب آدمی پر sales tax کی مد میں جو ٹیکسوں کا بوجھ ہے وہ ہم کم کر سکتے ہیں۔

Mr. Chairman, I can say a lot of good things that the Finance Ministry has done but

یہ ہماری suggestions ہیں۔ اگر میں سب اچھا کہہ کر ہٹ جاؤں گا تو I would not be

اور سے مارکیٹ مجھے جو doing good job, I want to give certain suggestions.

So, that is why, there are lot of good ہیں آتی نظر مجھے سے experience میرے

things they have done but these are some of the things, I think, they

revenue چیز اور ایک might add value to the budget making process.

it is سے 300 billion ہماری پہلے سال سات we have come a long way میں collection

it is now over کرتی تھی، CBR revenue 300 billion collect جو hardly 300billion

I think, we will be looking at trillion تعالیٰ اللہ انشاء 800 billion and next year

tax revenue as percentage of کہ دیکھیں اگر آپ rupees which is remarkable.

GDP کہاں گئے ہیں، they have declined آٹھ سال پہلے یہ 13% کے قریب تھے، آج یہ

ترقی economy طرح جس so, they have done a great job but میں about 10.4%

کر رہی ہے اور GDP بڑھ رہا ہے، اس زور سے، اس proportion سے ہمارے revenue collect

there are sectors which are still out of the tax and کہ that means نہیں ہو رہے

which are still evading taxes and we must really give a lot of importance

to that.

Mr. Chairman, unfortunately, in our country, people are not really in the habit of paying of taxes

آپ جتنا زیادہ tax rate کریں گے، اتنا ہی evade کرنے کے لئے incentive ہو گا I would

کہ جیسے میں نے کہا کہ stock market میں اور real estate میں tax لگا کر propose

sales tax کا rate جس سے غریب آدمی effect ہوتا ہے، اس کو کم کریں۔ My proposal

is that it should be brought down, may be in two stages,in two years to

اپنا نے ہم کی، بڑی نے ہم کہ achievement 10%. I would also recommend

I think, it is a duty of every Pakistani to pay tax on ۔ ہے کیا syllabus change

the income that he earns, that is a duty as citizen of Pakistan, I think, we

must bring it into education material of our use that this is one of the

responsibilities being a Pakistani that we have to pay the tax that we owe to the Government. I think that should be brought into the syllabus of this education system.

Mr. Chairman, one thing which I feel very strongly, I believe that Pakistan will have to go through the process of industrialization, we had to first cross the industrial revolution before we become prosperous that is what has happened in the rest of the world. You look at the Western World, you look at China, you look at Thailand, you look at Malaysia, you look at South Korea, you look at Japan, they all went through the process of industrialization. They started with cheap labour, the world got attracted to them, they brought in, they set up the factories and then from there onwards prosparity started. The most recent example is China, we have to copy that, we have to do whatever they did. I ask somebody about the Chinese people can work much harder, Mr. Chairman, this is wrong

ہمارے پاکستان کا worker اٹھارہ گھنٹے بغیر پانی اور روٹی کام کر سکتا ہے، Chinese worker یہ
کام نہیں کر سکتا تھا جب China میں industrial revolution آیا تو

the Chinese worker was one of the laziest worker in the world. Look at China now, so I see a lot of potential in our worker, we have to give opportunities to our worker, we have to make use of the fact that we have cheap labour. Wc cannot squeeze or suppress the process of industrialization and look what we have done, 10 years ago, we had 5 development financial institutions, we had NDFC, we had ICP, we had IDPB, we had couple of others. Today, almost all of them are bankrupt, there is no development of financial institutions in Pakistan. How can a

country develop, how can a country be industrialized, where there is no project financing available. Yes, there is certain financing available in the commercial banks but it is available on the selective basis. No. 1, it is available on a short term basis, No. 2, it is available on floating interest rate, No. 3 so, the people who invested money in this country 3 years ago and their interest rate was about 3 to 4% now they are paying 14 to 15% on that same investment. How can you convince these people to invest more money in this country? They can, who can bring it into their viability and feasibility at the time of project making that interest rates would go up from 3% to 12%, that is an increase of 400%, four times interest rates have gone up. What can they do? Is this showing stability in the economic policies? No, it is not.

I personally think, Mr. Chairman that in the next budget something has to be done about this. The interest rate has to come down for industries. I think, I mentioned to the State Bank Governor this morning that the lowering of interest rates kick started the economy. The growth rate had gone down to 2.5%. Today, by the grace of God we are talking of 7% and we have crossed 8.6% also two years ago but it was this lowering of interest rates down to a level of 2.5% which kick started the economy. We cannot, in a short period of two years increased the rate from 2.1/2% to 10.5%. We cannot do that. In nutshell, that means we cannot handle this growth rate. How is it, the China and India are handling growth rates? China is handling its over 10% growth rate, GDP growth rate for the last 5 to 7 years. Their inflation is much lower than us. So, we failed in handling

the growth that we got by curtailing the demand and by squeezing the capacity. If the demand was more than the capacity, we have to build capacity. We cannot squeeze capacity. Right now the capacity is being squeezed and this is our life line. Manufacturing is our life line. We have to provide jobs and there is good suggestion

کہ آپ یہ trust بنائیں، وہ trust بنائیں، foundation بنائیں

but at the end of the day the private sector is going to create the jobs and private sector is going to remove poverty. The Government can do it. No trust, no foundation can do it. We have to create jobs and that can only be done through the manufacturing sector because that sir as said right now, our labour is cheap. As we developed, as we become prosperous then our cost of production would go up and then we will go onto the value added industry, on to the IT and all that but we have to go through the process of industrialization, of the basic industries first.

جناب چیئرمین،وقت کا خیال رکھیئے جی۔

Senator Haroon Akhtar Khan: Mr. Chairman, just a couple of more points and I will wrap it up. Exports down, everybody is talking about that and there are lot of figures given today I do not understand one thing, Mr. Chairman. On the average, our inflation for the last 3-4 years has been 5 to 8%. Rest of the world inflation is less than ours. Our trading partners' inflation has been in the range of 3 to 4%. So, we keep the rupee stable for 4-5 years and the rest of the world's inflation is 4-5%, less than yours and you are at a competitive disadvantage at the rate of 4-5% per

year for 4-5 years. How can you compete with the rest of the world because this multiplies.

اگر آپ کو پانچ percent کا disadvantage ایک سال ہے تو پانچ سال میں وہ 25% سے زیادہ بڑھ جاتا ہے تو

we have to be very careful. There has to be a proper balance and I was saying that a year ago our industry was competitive because of this and it has happened. Loot at the textile sector

ابھی تو ٹیکسٹائل بولا ہے because that is a big sector. They have a voice. ابھی اور sectors بھی بولیں گے۔

That's all, Mr. Chairman and at the end I would say, it's is a great process that has started today. Budget making is the most significant task of any government. Trillion of rupees are collected and trillion of rupees are spent. We are the law makers. We have been sent by the people of Pakistan here to represent them in the spending of their money. There is noway that the bureaucrat sitting in an office would know better than these parliamentarians. Mr. Chairman, whether we are doctors or whether we arebusinessmen or whether we are industrialists or whether we are other professionals or lawyers or whatever, we know what this country needs and I can assure you, Mr. Chairman, that if we continue this process and actively participated in the budget making we can make this country a better place to live in specially for the poor. Thank you.

Mr. Chairman: Thank you, Prof. Ibrahim Sahib.

Treasury benches میں پھر Anybody from the opposition. آپ بولنا چاہیں گے؟

سے بلاتا ہوں .Nobody from the opposition طاہرہ لطیف صاحبہ۔

سینیٹر کامل علی آغا، اپوزیشن کی جو routine پچھلے کئی سالوں سے چل رہی ہے اس کے علاوہ opposition کے پاس کوئی پروگرام نہیں ہے جناب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب والا یہ درست نہیں ہے ۔ پہلی گزارش تو یہ ہے کہ اس پروگرام کو اس کی spirit کے ساتھ نہیں لیا گیا ۔ کمیٹی نے جو proposals دی تھیں، ان proposals کو پس پشت ڈالا گیا اور اس کے علاوہ اس پروگرام کو آگے چلایا جا رہا ہے اور اس سے یہ مشکل ہو گی ۔ اس وقت پہلے بھی point out ہوا اور اس وقت بھی اس کو اس spirit کے ساتھ نہیں لیا جا رہا۔ میں وزیر محترم کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اس طرح کے comments اچھے نہیں ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ بڑے اچھے طریقے سے ایوان چل رہا ہے ۔

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے procedure تو بڑا اچھا ہے ۔ اس پر technical committee بتائی گئی تھی اور جو بولنا چاہے، بولے۔

(مداخلت)

سینیٹر کامل علی آغا، جناب چیئرمین! میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں، کیونکہ اگر حکومت کی طرف سے تیاری ہوسکتی ہے تو اپوزیشن کے ممبران نے کیوں نہیں تیاری کی؟ یہ boycott جانتے ہیں، walk out جانتے ہیں، اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ اس کے علاوہ کوئی پروگرام نہیں ہے ان کے پاس۔

جناب چیئرمین: طاہرہ لطیف صاحبہ ۔

سینیٹر طاہرہ لطیف، Pre-budget debate کے لیے سینیٹ کا اجلاس بلانا خوش آئند ہے ۔ میری یہ suggestion ہے کہ بجٹ کی debate زیادہ سے زیادہ دنوں پر محیط ہونی چاہیے، تاکہ ہر شعبے کے بجٹ کے لیے comprehensive discussion ہو سکے اور this is the first time in the history of Pakistan کہ یہ pre-budget debate ہو رہی ہے ۔ میری humble رائے میں تعلیم اور صحت کے شعبوں کے لیے زیادہ سے زیادہ بجٹ رکھنا چاہیے اور fund allocate کرنے چاہئیں ۔ تعلیم کے میدان میں بڑی وسعت ہے ۔ ہمارے دیہاتی

علاقوں میں vocational اور technical ادارے ناپید ہیں جس کی وجہ سے دیہاتوں میں عورتوں کی شرح خواندگی کم ہے ۔ اگر ایسے ادارے کھولے جائیں، جس سے عورتیں training لے کر روزگار مہیا کر سکیں تو اس سے ملک کی آمدنی بھی بڑھے گی اور ان کو روزگار بھی ملے گا اور خوشحالی آئے گی ۔ Private تعلیمی ادارے سرکاری اداروں کے شانہ بشانہ کام کر رہے ہیں، مگر ان کی مشکلات کا کوئی پرسان حال نہیں، حکومت کو چاہیے کہ نجی اداروں کو لائبریری، سائنس لیبارٹری اور .Computer Lab بنانے کے لیے بجٹ دے اور ان کے ساتھ تعاون کرے ۔ سرکاری ملازمین کا ملک کی ترقی میں اہم رول ہے، مگر ان کی تنخواہیں اتنی کم ہیں کہ بیچاروں کا گزارہ مشکل سے ہوتا ہے ۔ اس لیے سرکاری ملازمین کی تنخواہیں خاطر خواہ بڑھائی جائیں اور ساتھ ہی ساتھ مہنگائی کو بھی control کیا جائے ۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ trader حضرات من مانی قیمتیں وصول کرتے ہیں اور جونہی بجٹ قریب آتا ہے، market میں عام چیزوں کی قیمتیں بڑھنی شروع ہو جاتی ہیں اور آخر وہ عام آدمی کی دسترس سے باہر ہو جاتی ہیں ۔ حکومت نے Price Control Committees بنائی ہیں، مگر وہ اتنی effective نہیں ہیں۔ میری تجویز ہے کہ ہر محلے، ہر sector میں consumer committees بھی بنیں جو price control committees کے ساتھ مل کر اسے دیکھے اور یہ چیز check کرے کہ ہر دکان پر price list لگی ہو ۔ میں نے پتا بھی کروایا اور خود بھی دیکھا ہے کہ معمولی چیزیں، سبزی یا فروٹ وغیرہ ایک shop پر لینے گئے تو تھوڑا بہت بہتر ہو گا، لیکن اس کی price 80 rupees ہوتی ہے اور دوسری پر 70 rupees اور جمعہ بازار، اتوار بازار وغیرہ سے لیں تو اس کی price بہت کم ہوتی ہے تو price control committees سے رابطہ رکھنا چاہیے اور اگر مہنگائی control ہو جائے تو رشوت و چوربازاری اور corruption بھی کم ہو سکتی ہے۔ دوسرے اس چیز کو strictly observe کرنا چاہیے کہ ہر دکان پر rate list لگی ہو ۔ تیسرے صحت کے لیے علاج معالجے کی سہولتیں بھی دینا بہت ضروری ہے ۔ دیہی علاقوں میں صحت کی جدید سہولتوں کا فقدان ہے۔ خاص طور پر senior citizens بچے اور عورتوں کے لیے جامع منصوبہ ہونا چاہیے۔ ڈاکٹروں اور para medical staff کو پابند کیا جائے کہ وہ پوری توجہ سے اپنے فرائض انجام دیں اور وقت کی پابندی کریں تاکہ مریضوں کو مشکلات پیش نہ آئیں ۔ شکریہ جناب چیئرمین ۔

جناب چیئرمین: جناب نعیم چٹھہ۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں آپ کو قابل تحسین سمجھتا ہوں کہ آپ نے خاص طور پر سینیٹ میں پہلی مرتبہ بجٹ کی making میں پہلے اس ساری محفل کا اہتمام کیا اور پھر خصوصی طور پر جو آپ نے، آپ کی ٹیم نے یہ arrange کیا کہ گورنر سٹیٹ بنک تشریف لائے اور ہمیں اپنی پالیسیوں کے بارے میں بریفنگ دی۔ یقیناً یہ ایک مستحسن اقدام ہے۔ میں اس کے لئے آپ کو قابل مبارکباد سمجھتا ہوں۔

جناب والا! بجٹ کی آمد آمد ہے اور یقیناً یہ ایک بہت ضروری دستاویز ہوتی ہے۔ میرے بہت سارے بھائیوں نے اچھے aspects کو cover کیا لیکن میں چونکہ basically زمیندار ہوں تو میں اس ہی سلسلے میں عرض کروں گا۔ سب سے پہلی تو میری گزارش یہ ہے کہ پاکستان یقیناً ایک اچھی footing پر چل رہا ہے' industrialized ہو رہا ہے۔ ہماری معیشت اور اقتصادیات مستحکم ہو رہی ہیں' اس کے لئے بھی یقیناً حکومت وقت کا تسلسل اور مسلسل پالیسیوں پر عملدرآمد اور قومی مفاد کے اندر جو مشکل کام ہیں اور صحیح پالیسی ہے اس پر وہ بلا روک ٹوک عمل کر رہے ہیں۔ یقیناً اس لحاظ سے ہمارا ملک ایک اچھی ترقی پذیرمعیشت میں ایک ممتاز مقام رکھتا ہے اور انہی کوششوں کی وجہ سے باہر سے بہت سارے delegations اور foreign invesment آ رہی ہے۔ اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ ہمارے ملک کو manufacturing country بننا چاہیے بجائے اس کے کہ trading country بنے۔ Manufacturing کا یہ ہوگا کہ ہمارے پاس raw material بہت ہے' خاص طور پر میری گزارش یہ ہوگی کہ ہمیں ایسی صنعت کو ترقی دینا ضروری ہے جس کا raw material ملک کے اندر موجود ہو۔ Raw material کو value added کرکے ہم کئی گنا زیادہ منافع کما سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہماری اس over populated country جس میں بے روزگاری اور غربت بہت ہے' اس کا صحیح جواب ملک کی صنعت سازی ہے اور ملکی صنعت کو develop کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں بھی میری گزارش یہ ہوگی کہ ہمیں ایسی صنعتوں پر جانا چاہیے جس کا خام

مال ملک کے اندر موجود ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور خوراک جو انسانی ضرورت ہے پاکستان اس سے بڑا فیضیاب ہے۔ ہماری قوم بھی بڑی محنتی اور talented ہے اگر اس سے بھی کام لیا جائے اور پھر ہماری فیکٹریاں ہوں تو ہم انشاء اللہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کر سکتے ہیں۔ ہمارے ساتھ انڈیا ہے' چائنا ہے اور امریکہ ہے وہ بھی زرعی ملک ہیں لیکن ان کی زراعت میں کافی فرق ہے۔ ہماری حکومت وقت کا زراعت کی طرف اتنا رجحان نہیں ہے حالانکہ سب سے پہلے primary طور پرہمیں اسی کو ہی اہمیت دینی چاہیے لیکن ہمیں پتا نہیں کون باہر سےمشورہ دیتا ہے کہ زراعت کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے دو۔ کسی بھی ملک میں زراعت اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہوتی۔ جو بھی زرعی ممالک ہیں جو یہ سب کچھ produce کرتے ہیں اگر سامنے لیا جائے بھارت ہے' چائنا اور امریکہ ہے تو وہ سارے کے سارے بہت زیادہ subsidy اس سیکٹر میں دیتے ہیں۔ ہمارے ملک کی بھی ۶۰ سے ۷۰ فیصد آبادی جو دیہاتوں میں ہے وہ کسی نہ کسی طرح زراعت سے منسلک ہے اور اگر ان کی well being سوچنا ہے یا ان کی خوشحالی کو دیکھنا ہے جب تک ہم اس ۶۰' ۷۰ فیصدی آبادی کو خوشحال نہیں کریں گے ملک کسی طور پر خوشحال نہیں کہلا سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم زراعت کو improve کریں۔ زراعت کی خاص طور پر جو in puts ہیں وہ اتنی مہنگی ہو چکی ہیں جس میں بجلی' ڈیزل' کھاد' زرعی آلات اور pesticides ہیں تو ان کی قیمتیں بہت زیادہ گراں ہیں۔ اس صورت میں زمیندار یا کاشتکار کس طرح سستا food پیدا کرسکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے زرعی ملک ہونے کی حیثیت سے ہم گندم' چاول' شوگر اور خوردنی آئیل ان سب میں بڑی آسانی کے ساتھ ہم self sufficient ہو سکتے ہیں لیکن اتنی مہنگی in puts کوئی بھی زمیندار یا کاشتکار پوری کر سکتا ہے اور نہ وہ afford کرسکتا ہے تو اس لحاظ سے میری یہ suggestion ہوگی وزارت خزانہ کو کہ آپ کی وساطت سے اور اس House کی وساطت سے کہ اس کا خاص خیال رکھا جائے اور IMF یا World bank کی instructions کے مطابق اس سیکٹر کو subsidy سے محروم نہ کیا جائے کیونکہ سارے ترقی یافتہ ممالک میں اس کو subsidy دی جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے ہماری حکومت اگر subsidy دیتی ہے تو اس کا طریقہ کار اچھا نہیں ہے۔ اس کے طریقہ کار کو simplify کرتے ہوئے اگر کھاد فیکٹری کی subsidy دے کر ان کی قیمت ہی کم

کروا دیں یا ٹریکٹر سازوں سے ٹریکٹروں کی قیمت کم کروا دیں یا اس طرح بجلی، ڈیزل کی subsidy ان محکموں کو دے دیں تو میرا خیال ہے کہ زمیندار جو ہمارا سادہ لوح ہے، گورنمنٹ کی دی ہوئی مراعات سے بھی پوری طرح فیض یاب نہیں ہو سکتا، اپنی لاعلمی کی وجہ سے، تو میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقہ کار کو بھی simple اور سادہ ہونا چاہیئے تاکہ صحیح طور پر زمینداروں کو فائدہ پہنچ سکے۔

اس کے ساتھ جیسا کہ میرے بھائی کہہ رہے تھے کہ sugarcane ہمارے ملک میں بہت زیادہ ہے لیکن اب کئی سالوں سے ہم sugar کی بھی shortage سے دوچار ہیں۔ اس کی وجہ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کی پالیسی اور پھر sugar manufacturers کی جو پالیسی ہے اس میں بہت تضاد ہے۔ بہت نقص ہے۔ جس کی وجہ سے زمیندار اور کاشتکار نے sugarcane grow کرنا ہی چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے sugar کا بحران پڑا ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح ہو اس میں اصلاح آنی چاہیئے۔ آپ کو پتا ہے بحیثیت زمیندار سارے یہ میرے بھائی اکثر زمیندار ہیں وہ جانتے ہیں کہ sugar کے grower کو نہ تو عزت دی جاتی ہے جب تھوڑا سا surplus پیدا ہوجاتا ہے تو کئی کئی دن تک اس کا ٹریکٹر ٹرالی خالی نہیں ہوتا۔ اکثر manufacturers اس کی قیمت بھی بروقت ادا نہیں کرتے حالانکہ یہ پورے سال کی فصل ہے۔ اس پر دوسری فصلوں سے دو تین گنا زیادہ خرچہ آتا ہے لیکن اس کی کوئی پذیرائی نہیں ہوتی۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس کے ساتھ ساتھ ایک بات یہ بھی ہے کہ manufacturers ہمارے تقریباً بہت بڑے لوگ ہیں جو کہ شوگر ملوں کے مالک ہیں۔ اگر وہ اتحاد کر کے crushing season کو ہی مہینہ ڈیڑھ لیٹ کر دیتے ہیں تو اس کی فصل بھی ضائع ہوتی ہے اور پھر اس فصل کو، اپنے کھیت کو خالی کر کے کسان کو اس میں بیج یا دوسری فصل کاشت کرنی ہوتی ہے، وہ بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی پالیسی discourage کرتی ہے، حوصلہ شکنی کرتی ہے اور that is why کہ یہ sugarcane کی growth اور اس کی کاشتکاری کم ہوگئی ہے اور اس وجہ سے ملک اب مہنگی شوگر خریدنے سے اور نایابی کی صورت حال میں اور قحط کی صورت سے دوچار ہے۔ لہٰذا حکومتی level پر policy making والوں کو اس کی

اصلاح کرنی ہو گی۔

اس کے ساتھ اگر اس ملک کی زرعی based factory کریں تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک suggestion میں یہ بھی دیتا ہوں کہ ہمارے ہاں فروٹ اور سبزیاں بھی بہت بہتات سے پیدا ہوتی ہیں۔ آج کل بھی جو سبزیاں ہیں اس کے grower کو کچھ نہیں ملتا لیکن consumer کو پھر آخر میں کافی مہنگی لینی پڑتی ہیں۔ اس راستے میں جو middleman آ رہا ہے اس کے لیے بھی بھی ایک ایسا system واضح کیا جائے کہ بیشک میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اگر، grower سستی سبزی دیتا ہے کم ازکم اس کا فائدہ consumer کو ہو۔ اصلی فائدہ راستے میں کوئی اور لے جاتا ہے۔ consumer کو مہنگی ملتی ہے لیکن grower کو اپنی آمدنی یا اس کی قیمت یا manufacturing cost نہیں ملتی۔ اس لحاظ سے اس کا سدباب ہو اور صحیح طور پر کوئی حکمت عملی وضع ہونی چاہیئے۔ ساتھ ہی میری یہ گزارش ہو گی کہ مثلاً سبزی اور فروٹ اتنا فراواں ہے کہ وہ بہت سستا ہو کر ضائع ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی کوئی اس کی value added factory بنائی جائے جس میں مثلاً کئی فروٹ سے جوس بنتے ہیں، سویٹس بنتی ہیں ، بہت ساری چیزیں یعنی مربہ وغیرہ بنتے ہیں اس قسم کی factories کو اگر لگایا جائے تو یقیناً اس میں پبلک کا بھی فائدہ ہو گا ۔ کاشتکار کا بھی فائدہ ہو گا اس کی آمدنی بھی بڑھے گی اور ملک میں خوشحالی آئے گی۔

اس کے ساتھ جناب والا! میری گزارش ایک یہ بھی ہے کہ میں sugar factory کو یہ تو نہیں جانتا کہ کوئی nationalize ہوں کیونکہ nationalization کا پہلے تجربہ بھٹو صاحب نے کیا اور اس کا آج تک یہ ملک سزا بھگت رہا ہے کہ کوئی بندہ factory لگانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ privatization policy حکومت وقت کی بہت اچھی ہے اور اس سے یقیناً صنعت بھی بڑھ رہی ہے اور production بھی بڑھ رہی ہے اور لوگوں کو employment بھی مل رہی ہے۔ Sugar factories کو کچھ ایسا system adopt کیا جائے کہ وہ صحیح طریقے پر اپنے منافع کو ذرا کم رکھ کر تھوڑی سی کاشتکار کی facility اور تکلیفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو صحیح طرح چلائیں تاکہ زمیندار کی حوصلہ افزائی ہو اور زیادہ سے زیادہ گنا کاشت کر کے sugar پیدا کر سکے۔ جناب والا! قرضہ تو گورنمنٹ نے کافی دے رکھا ہے لیکن

اس میں بھی کافی complications ہیں اور growers کو جب قرضہ دیتے ہیں وہاں بنکرز بھی ان سے رشوت لے لیتے ہیں۔ ہم گندم ، کاٹن ، شوگر ، خوردنی تیل ، ساری اجناس میں self sufficient ہو سکتے ہیں بلکہ برآمد بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے صرف حکمت عملی چاہیے ہماری گورنمنٹ اپنی policies پر نظرثانی کرے اور پھر زمیندار اور کاشتکار یا مزدور کے حق میں بہتر طور پر اس کو implement کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ آج کل ہمارے صدر صاحب ، وزیر اعظم صاحب ، کامرس منسٹر اور انڈسٹری منسٹریز اور منسٹرز سارے بڑی کوشش کرتے ہیں کہ یہاں foreign investment آئے تو foreign investment بھی آتی ہے لیکن جہاں تک سسٹم ہے جس کو red tapism مشاہد حسین صاحب نے بھی اس طرف اشارہ کیا وہ آپ بھی جانتے ہیں کہ ڈپٹی سیکرٹری level پر وہ اتنی discouraging ہوتی ہے ، اتنی وہ insulting ہوتی ہے ، اتنی وہ بے عزتی کا باعث ہوتی ہے کہ وہ بیچارے کوئی زمین خریدنے میں یا مختلف قسم کے NOC لینے میں وقت ضائع کرکے اپنی ساری energy ضائع کرکے اپنا پروگرام بدل کر چلے جاتے ہیں ۔ صدر محترم یا وزیر اعظم high-ups کی کوششیں رائیگاں جائیں گی تو اس کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ one window operation یا خاص طور پر ایک ایسا محکمہ evolve کیا جائے جو کہ ان کی تکالیف کو موقع پر دیکھ کر حل کر سکے اور رشوت ، کام چوری یا دوسری نامناسب restrictions کو face کرتے ہیں ان کا ازالہ کیا جا سکے ۔ یہ red tapism کا ازالہ ہونا چاہیے یہ بہت خراب چیز ہے۔

اس کے ساتھ جناب والا! آج کل ایک بدعت ہے بہت امن عامہ ، صرف نچلے level پر رشوت کی وجہ سے خراب ہو رہا ہے ۔ پولیس کے level پر اور پھر اس کے بعد lower court کے level پر ، حال ہی میں پنجاب حکومت نے ایک بڑا اچھا فیصلہ کیا جس سے سارے اپنے ہی ضلع کے تعلق دار ہیں یا رہنے والے ہیں وہ اپنے ہی ضلع میں اپنے ہی تھانوں میں انچارج بنے ہوتے ہیں تو یہ یقیناً ایک بے انصافی ، زیادتی ، ظلم کو دعوت دیتا ہے ۔ اس قسم کی بہت سی اصلاحات کی جانی چاہیئں جس سے غریب آدمی کو تھانے جاتے ہوئے کوئی اپنی سبکی محسوس نہ ہو ، اپنی ذلت محسوس نہ ہو ، وہ خوشی سے جائے کہ میری بات سنی جائے گی اور اس کے بعد مجھے انصاف ملے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انصاف دینا اور ہر باعزت شہری کی عزت کو محسوس کرنا اور

اس قسم کی ڈکیتیوں سے یا قتل و غارت یا عزت، عصمت دری سے اگر اس کا کوئی نقصان ہو جائے تو ہمیں اس سے کوئی توقع نہیں کرنی چاہیے کہ وہ state کا حکومت کا یا ملک کا وفادار رہے گا کیونکہ اس کی کوئی نگرانی نہیں ہو سکے گی، اس کی عزت اور تکلیف ساری ضائع ہوگئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس قسم کی چیزوں کو کرتے ہوئے انصاف بلکہ rule of law جسے کہتے ہیں کہ ہر بندہ حکمران اور قانون کے سامنے عزت دار ہو۔ جیسا کہ ہمارے معاشرے میں ٹیکسز ہیں تو ٹیکسز بھی جناب والا! indirect taxes زیادہ ہیں۔ مثلاً پٹرول پر ہے، دوسری چیزوں پر ہے۔ چیزیں مہنگی ہیں وہ ہر ایک غریب آدمی کو بھی اسی طرح دینا پڑتا ہے جس طرح امیر آدمی کو، تو ہمیں چاہیے کہ indirect taxes کو کم کر کے direct taxes پر آئیں پھر ٹیکس سسٹم کو مناسب کرنا ہے کیوں کہ غریب بندہ غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ امیر جو ہے وہ امیر تر ہوتا جا رہا ہے تو اس لحاظ سے ہمارے رابطے میں مڈل کلاس ہے تو اس کی elimination کو روکنا چاہیے۔ اس لحاظ سے ایسی حکمت عملی وضع کی جائے کہ جس سے منافع کم ہو لیکن مزدور کو مزدوری اتنی ملے، جیسے کہ پاکستان کی تخلیق کے وقت قائد اعظم رحمۃ اللہ نے فرمایا تھا کہ پاکستان اس لیے بنایا جا رہا ہے کہ ہر بندے کی، خواہ وہ کتنا ہی غریب ہو لیکن اس کی آمدنی کم از کم اتنی ہو کہ وہ اپنی زندگی باعزت بسر کر سکے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ضروری چیز ہے کہ ایک مزدور کو اتنی مزدوری ملے جس سے چھوٹے لیول پر اپنے گھر کی یا اپنے خاندان کی کفالت کر سکے لیکن بعض اوقات کچھ salaried people اور کچھ غریب لوگ جن کے پاس وسائل نہیں ہیں وہ بے چارے آج کل بہت پسے جا رہے ہیں، وہ قابل ہمدردی ہیں، مظلوم ہیں تو اس لحاظ سے ہمیں آنے والے بجٹ میں اس قسم کی facility or mechanism evolve کرنا چاہیے جس سے غریبوں کی داد رسی ہو سکے اور وہ ایک باعزت زندگی گزار سکیں۔

جناب والا! پاکستان کی تخلیق کا یقیناً یہی ایک مقصد تھا کہ پاکستان فلاحی بھی ہو، اسلامی بھی ہو اور جمہوری بھی ہو تو اس لحاظ سے فلاحی طریقے سے قائداعظم کے فرمان کے مطابق ہر غریب آدمی کی کم از کم اتنی آمدنی ہو کہ اس کا بال بچہ باعزت طریقے سے اپنے گھر بیٹھ کر بسر اوقات کر سکے۔ ہم سب کو اس طریقے پر سوچنا چاہیے اور اپنے مفادات کی قربانی دیتے ہوئے صحیح rule of law کے مطابق، انصاف کے مطابق معاشرتی اقدار کی تخلیق کرنی

چاہیے۔ میں انہی تجاویز کے ساتھ ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے چاہوں گا کہ آئندہ آنے والے بجٹ میں عوام کو relief ملے اور عوام چونکہ بڑے پسے ہوئے ہیں، بڑے مظلوم ہیں اور بڑے اچھے عوام ہیں لیکن ہمیں مڈل کلاس کو خاص طور پر بچانے کے لیے ایسی چیزیں کرنی چاہییں کہ کوئی ایسا نظام وضع کیا جائے جس سے امیر، امیر تر نہ ہو، غریب بندہ، غریب تر نہ ہو اور درمیان میں جو مڈل کلاس ہے، جو سفید پوش لوگ ہیں، وہ باعزت زندگی بسر کر سکیں کیونکہ اگر مڈل کلاس راستے سے ہٹ گئی تو پھر غریب کا ہاتھ ہوگا اور امیر کا گریبان ہوگا اور راستے میں کوئی چیز نہیں ہوگی۔ ایسی صورتحال بڑی ہی نازک، بڑی ہی قابل نفرت اور غیر اسلامی ہوگی۔ ہمیں اس لحاظ سے اس سے بچتے ہوئے کوئی ایسا mechanism evolve کرنا ہوگا۔ ان ہی الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت چاہوں گا۔

جناب چیئرمین، شکریہ، عبدالخالق پیرزادہ صاحب۔

سینیٹر عبدالخالق پیرزادہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا بہت بہت شکریہ، میرا نام فہرست میں لکھا ہوا نہیں تھا لیکن آپ نے مہربانی فرمائی اور مجھے بولنے کا موقع عطا فرمایا۔ ہمارے معزز اراکین سینیٹ نے بڑی اچھی تجاویز پیش کی ہیں جن کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی اور فلاحی مملکت ہے۔ جمہوریت کے معنی بھی فلاح کے ہوتے ہیں اور اسلام کے معنی بھی فلاح یعنی کامیابی ہوتے ہیں۔ جن شعبوں، کمزوریوں یا اچھائیوں کی طرف ہمارے معزز اراکین نے بہت اچھے قسم کے اشارات ریکارڈ کروائے ہیں وہاں میرے دل میں یہ بات آئی ہے اور ہزاروں سال سے شاید یہ اللہ تعالیٰ نے ودیعت کی ہوئی تھی کہ جو ان تھوڑے سے دنوں میں اور زیادہ بھڑک کر سامنے آگئی کہ فلاح کا سب سے پہلا مرحلہ تربیت اخلاق، تربیت اسلامی اور فکر کی تربیت ہے۔ اس کے لیے اسلامی مدارس کا مسئلہ ہمارے ملک میں ایک مسئلہ بنا ہوا ہے اور اسلامی مدارس کے لیے بھی ان کے نصاب تعلیم کا ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اس کے لیے ہماری پچھلی حکومتوں نے بھی کچھ کوششیں کیں اور اسلامی یونیورسٹیاں بھی بنائیں، بہاولپور میں اسلامی یونیورسٹی بنی، اسلام آباد میں International Islamic University بنی اور امارات نے یہاں چار بڑے بڑے اسلامی مرکز، شیخ زید اسلامک سنٹرز بھی کھولے، الحمد للہ

وہ عربوں نے عربی تعلیم کے لیے کھولے تھے وہاں کوئی ایک بھی عربی جاننے والا نہ اس کا Director ہے، نہ اس کا صدر ہے۔ اس کے بعد ہماری اس حکومت نے بڑی کوشش کرکے ایسے چار پانچ institutes ماڈل مدارس فلاح و بہبود اور فکری تربیت کے لیے کھولے ، ان کے لیے بہت سے پیسے بھی مختص کیے گئے لیکن وہ بھی اپنے نصاب تعلیم کے لیے اچھے یا خالص مقصد کو پورا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ میرے نزدیک وہ بھی فیل ہو گئے۔ حکومت پاکستان جہاں تمام مادی، روحانی ، فکری اور دوسرے شعبوں میں پیسے خرچ کرتی ہے اور بہت فراخدلی سے خرچ کر رہی ہے ۔ میری یہ suggestion ہوگی بحیثیت ایک عالم دین کے کہ اگر کوئی مفکر ، اگر کوئی صحیح معنوں میں عالم ، اگر کوئی اپنی زندگی کو دنیا کی یونیورسٹیوں میں خرچ کرنے والا اس مسئلے کا حل پیش کرتا ہے تو اس کے لئے بھی اسلامی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے اور اس کو صحیح سمت میں چلانے کے لئے ایک بجٹ چاہیے اور اس کو موقع دیا جائے کہ وہ ایک ایسا institute بنائے کہ مدارس کے نصاب تعلیم کا کوئی مسئلہ حل ہو جائے۔ اس کا یہی ایک طریقہ ہے کہ جو نصاب ، جو علوم ، جو چیزیں، جو کتابیں وہاں پڑھائی جاتی ہیں اگر ان میں سے کوئی کتابیں مفید نہیں ہیں جیسا کہ وزارت تعلیم میں ہمارے وزیر قاضی صاحب بہت زیادہ محنت کر رہے ہیں۔ اسلامیات اور عربی کے جو مضامین تھے ان کو میں نے revise کرکے پیش کیا اور الحمدللہ وہ بالاتفاق منظور ہوا۔ اگر ملک کا کوئی ایسا بیٹا جو کہ اپنی ساری زندگی تعلیم میں صرف کرتا ہے اور آکر ایک ایسا مسئلہ پیش کرتا ہے کہ میں آپ کو ایک ایسا نصاب تعلیم دیتا ہوں کہ جس سے مدارس کا مسئلہ اس طریقے سے حل ہوگا کہ نہ علماء اس پر معترض ہوں گے اور نہ دنیا کا کوئی اور ملک ہوگا۔ اس institute سے ایک فلاحی قسم کا عالم دین نکل کر باہر آسکتا ہے ۔ میں تو ذاتی طور پر manage کرکے ، محنت کرکے اس پر لاکھوں روپے خرچ کرچکا ہوں لیکن یہ حکومت کا کام ہے کہ اپنے وہ سپوت جوکہ علوم کے ان شعبوں میں مہارت اور دنیا کی سب سے بڑی degrees حاصل کرتے ہیں اور وہ حکومت کو ایک suggestion پیش کرتے ہیں، ایک نیا نصاب تعلیم پیش کرتے ہیں کہ ہمارے اس نصاب تعلیم سے دینی مدارس کا یہ مسئلہ علماء ، دینی اور نیک لوگوں میں بھی اور بابو بھائیوں میں اور انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی، سب کے نزدیک وہ مفید ترین ثابت ہوگا ۔ دنیا کے لئے جتنے پیسے مقرر کیے جاتے ہیں یا منظور کیے جاتے

ہیں جب تک دین پر مکمل طور پر serious ہو کر حکومت پاکستان ایک ایسا بجٹ منظور کر کے اور اپنے بڑے جو سکالرز ہیں ان کو موقع فراہم نہیں کرے گی تو یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ میری یہ آرزو ہے، میری یہ تمنا ہے، میری یہ suggestion ہے، میری یہ التجاء ہے آپ سے اور جناب صدر پاکستان سے اور میں اس بارے میں applications پیش بھی کرچکا ہوں کہ میں ایک ایسا نصاب تعلیم حکومت پاکستان کو پیش کرنا چاہتا ہوں یا پاکستانی قوم کو پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے یہ تمام مسائل جن پر اعتراضات ہیں ------ صرف یورپ والوں کے اعتراضات ہی نہیں ہیں یا یہاں کے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے اعتراضات نہیں ہیں ۔ سینکڑوں علماء نے خود کتابیں لکھی ہیں کہ یہ نصاب تعلیم بیکار ہے اور اس سے کوئی بڑا عالم پیدا نہیں ہو رہا ۔ آج تک کوئی ابو حنیفہ پیدا نہیں ہوا ، آج تک امام ابن کسیر پیدا نہیں ہوا، آج تک حسین احمد مدنی ، اشرف علی تھانوی جیسا کوئی بندہ پیدا نہیں ہوا۔ ساٹھ سال ہوگئے ہیں کیوں نہیں ہوا۔ اب ہونا چاہیے ۔ یہ حکومت کی سرپرستی میں ہوگا اور نہایت قابل ترین لوگوں کو ملا کر ، سر جوڑ کر بیٹھنا ہوگا۔ اس سلسلے میں حکومت بجٹ میں ایک حصہ مقرر کرے تاکہ وہ اس ملک اور قوم کے لئے برکت کا سبب بنے اور اصلاح کا بہت بڑا ذریعہ بنے اور مدارس دینیہ سے ایسے علماء نکلیں کہ دوسرے مدارس بھی اس پر رشک کریں۔ اس میں کوئی ایسی بات نہ ہو کہ یہ مدارس کی مخالفت ہو رہی ہے۔ نہیں ۔ اس نصاب تعلیم کو زیادہ بہتر بنانے کے لئے حکومت کی سرپرستی کی ضرورت ہے ۔ یہ میری درخواست ہے کہ اس کے لئے بجٹ میں کوئی نہ کوئی حصہ رکھا جائے ۔ بہت مہربانی۔

جناب چیئرمین، سردار محمود خان صاحب۔

سینیٹر سردار محمود خان ، جناب چیئرمین ! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے pre-budget تجاویز کے حوالے سے چند باتیں کرنے کا موقع دیا۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت کی توجہ بجٹ کے حوالے سے ایک مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ جناب والا! پوزیشن یہ ہے کہ پورے پاکستان میں اور خاص طور پر میں پنجاب کا ذکر کروں گا چونکہ پنجاب کے facts and figures میرے پاس ہیں۔ پنجاب کے چونتیس یا پینتیس اضلاع میں سے تیرہ اضلاع ایسے ہیں جو مکمل طور پر بارانی یا semi Barrani ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان تیرہ

اضلاع کا رقبہ باقی نہری علاقے سے زیادہ ہے۔ دریائے جہلم سے لے کر دریائے انڈس تک اور جہاں پر ہم بیٹھے ہیں، جنوب میں ڈیرہ غازیخان اور لیہ وغیرہ تک یہ سارا بارانی track ہے۔ جناب والا! تقسیم کے وقت مشرقی پنجاب، راجھستان میں بھی بارانی علاقے تھے جس طرح کہ ہمارے علاقوں میں ہیں لیکن یہ شرم کی بات ہے کہ ہندوستان سے جو figures میں نے اکٹھی کی ہیں 70% سے لے کر 80% رقبہ reclaim کیا جا چکا ہے، قابل کاشت بنایا جا چکا ہے جبکہ ہمارے ہاں صرف پانچ سے دس فیصد یہ ratio ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ میں اپنے ضلع اٹک کی بات آپ کو بتا دیتا ہوں۔ چونکہ میرا direct واسطہ ہے۔ اس وقت جتنے بلڈوزر اٹک میں ہیں وہ اپنی طبعی زندگی یعنی وہ اگر دس سال تک کام کر سکتے تھے تو وہ بیس بیس سال سے کام کر رہے ہیں۔ رزلٹ کیا ہوتا ہے کہ ایک مالک، یہ ایک ریکارڈ کی بات ہے کہ ہمارے ہاں ایک ایک سال سے لوگوں نے پیسے جمع کروا رکھے ہیں لیکن انہیں بلڈوزر نہیں مل رہا۔ قابل کاشت رقبے میں سے کم از کم ساٹھ فیصد رقبہ ایسا ہے جو آباد کیا جا سکتا ہے لیکن بلڈوزر نہ ہونے کی وجہ سے زمینداروں کو یہ موقع نہیں دیا جا رہا، میری تجویز ہے اور مجھے خوشی ہے کہ عمر ایوب صاحب جو میرے عزیز بھی ہیں اور میرے حلقے سے ان کا تعلق ہے، ہمارے مسائل بھی ایک جیسے ہیں، یہ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھے امید ہے کہ میری باتوں پر یہ غور کریں گے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہر بارانی ضلع کو کم از کم بیس بیس بلڈوزر فوری طور پر خرید کر دیئے جائیں تاکہ زمیندار اپنے اپنے رقبوں کو آباد کر سکیں۔

ایک بہت ہی اچھی سکیم بارانی علاقوں کے حوالے سے فیلڈ مارشل ایوب خان مرحوم نے شروع کی تھی لیکن وقت نے انہیں مہلت نہ دی ورنہ مجھے یقین ہے کہ آج جتنے بھی ہمارے علاقے بارانی ہیں ان سب علاقوں میں یہ scheme کامیاب ہوتی۔ صورتحال یہ ہے کہ بارانی علاقوں میں کچھ علاقے ایسے ہیں جہاں زیر زمین پانی بہت نیچے ہے، وہاں ٹیوب ویل کامیاب نہیں ہو سکتے لیکن زیادہ علاقے ایسے ہیں جہاں پر ٹیوب ویل کامیاب ہو سکتے ہیں خاص طور پر ہری پوری میں فیلڈ مارشل صاحب نے یہ scheme شروع کی تھی کہ سرکاری خرچ پر انہوں نے ٹیوب ویل لگایا اور زمینداروں سے آبیانہ کی صورت میں وصولی کی جاتی تھی۔ وہ سکیم آج بھی انتہائی کامیاب ہے۔ ہری پورے کے ملحقہ اضلاع میں، ہر جگہ یہ سکیم کامیاب ہے۔ میں آپ کی وساطت سے اپنی بات

اوپر پہنچانا چاہتا ہوں کہ اس سکیم کو دوبارہ شروع کیا جائے اور جہاں جہاں زیر زمین پانی ہے وہاں ٹیوب ویل لگا کر دیئے جائیں اور ان سے آبیانہ وصول کیا جائے۔

تیسری تجویز جو میں دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کالا باغ ڈیم، جناب کے علم میں ہے کہ سب سے زیادہ رقبہ اور سب سے زیادہ آبادی اٹک ضلع کی اس سے متاثر ہوگی لیکن اٹک کا ایک کنال رقبہ بھی کالا باغ ڈیم سے سیراب نہیں ہوگا۔ یہی حالت اکوڑی ڈیم کی ہے۔ اکوڑی ڈیم میرے اپنے گاؤں کے نام پر ہے، ہمارے خاندان کی ساری جائیداد سب کچھ اس ڈیم میں آئے گا۔ اس سے ہمارے ضلع کا ایک کنال رقبہ بھی سیراب نہیں ہوگا لیکن اس کے باوجود ہم خوش ہیں۔ اگر ہمارا نہیں تو پاکستان کا فائدہ ہوگا، ہمارے بھائیوں کا فائدہ ہوگا۔ ہم اسے welcome کرتے ہیں۔ ہمارے علاقے میں جو چیز کامیاب ہے، بے شمار ندی نالے ہیں جہاں پر برساتی پانی جمع ہو سکتا ہے اور چھوٹے ڈیم بن سکتے ہیں لیکن اس پر کام نہیں ہو رہا، کام کر رہے ہیں لیکن بہت تھوڑا ہو رہا ہے۔ ایک ادارہ راولپنڈی میں "آباد" ہے، بارانی علاقوں کی development کا۔ "آباد" کو برائے نام فنڈ دیئے جاتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ آباد کے فنڈ میں کم از کم دس فیصد اضافہ کیا جائے اور باقی جہاں جہاں منی ڈیم بن سکتے ہیں حکومت وہاں پر subsidy دے۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے چند الفاظ کہنے کا موقع دیا۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ جناب شاہد بگٹی۔

سینیٹر شاہد حسین بگٹی : شکریہ جناب چیئرمین، آپ نے مجھے پہلے بھی موقع دیا تھا لیکن میں نے کل کے لئے آپ سے request کی تھی۔ چونکہ کامل علی آغا صاحب اس بات کو بار بار repeat کر رہے تھے کہ جی اس طرف سے یہ لوگ سنجیدہ نہیں ہیں۔ ہمارا دراصل مقصد یہ تھا کہ آج گورنر سٹیٹ بنک نے ہمیں briefing تین بجے دی تھی جو کہ پانچ بجے ختم ہوئی۔ ہم یہ چاہتے تھے کہ in the light of that briefing ہم اپنے کچھ پوائنٹ اور کچھ ٹھوس تجاویز بنا کر کے کل کی sitting میں وہ تجاویز دیں گے۔ بہرحال اب سب سے پہلے میں آپ کو اور ان تمام حضرات کو مبارکباد دینا چاہوں گا جنہوں نے اس pre-budget session کا اہتمام کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت ہی positive step ہے چونکہ جون کے ماہ میں جب بجٹ پیش ہوتا

ہے اور اس وقت سینیٹ سے چاہے کتنی اچھی تجاویز ہی کیوں نہ ہوں' ان کو بجٹ میں incorporate کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک timely step ہے۔ اس میں حکومتی اور اپوزیشن کے اراکین برابر کی مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے ایک اچھا step لیا ہے۔

جناب والا! جب بجٹ کا ذکر آتا ہے تو بدقسمتی سے اس ملک میں غریب طبقے کے ساتھ ساتھ متوسط طبقہ اور کافی حد تک upper middle class بھی اپنا بیلٹ tight کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ بجٹ میں انہیں کیا کیا مسائل اور کس مہنگائی کے طوفان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ جو لوگوں کو affect کرتا ہے وہ کھانے پینے کی اشیاء ہیں۔ کھانے پینے کی اشیاء کا تعلق زرعی شعبے سے ہوتا ہے۔ ویسے بھی ہمارے ملک کے تقریباً 70% سے زائد عوام دیہی علاقوں میں رہتے ہیں۔ان کا روزگار زراعت سے وابستہ ہے۔ آج مجھے گورنر سٹیٹ بنک کی briefing میں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ اس ملک میں مختلف سیکٹر کو دیئے جانے والے loans کے total amount کا صرف چھ فیصد زرعی شعبے کو دیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! میں اور sectors کی اہمیت کو کم نہیں کرنا چاہتا لیکن زراعت پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سیکٹر کے ساتھ یہ سلوک کہ تمام loans کا صرف چھ فیصد زرعی شعبے کو دیا جا رہا ہے جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ loans کی recovery سب سے زیادہ بہتر زرعی شعبے میں ہے۔ اگر ہم اس figure کو دیکھیں کہ انڈسٹریل سیکٹر میں کتنے loans گزشتہ پانچ سال' دس سال' بیس سال میں write off کروائے گئے ہیں اور کتنا loan agriculture sector میں write off کروایا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تمام اعدادو شمار ہمارے سامنے آجائیں گے اور ایک واضح فرق سامنے آئے گا۔

جناب چیئرمین! جب ہم غریب آدمی کی بات کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہرشخص کا چاہے وہ اس وقت کسی بھی elite class کا ہو' غریب ہو' middle class ہو سب سے پہلے اس کی ضرورت روٹی ہے۔ تعلیم کپڑا یہ سب بعدمیں آتے ہیں۔ اس حوالے سے ہم انہیں کھانے پینے کی سستی اشیاء اسی وقت مہیا کر سکیں گے جب ہم اپنے agriculture sector پر زیادہ توجہ دیں گے جہاں سے تمام غذائی اجناس' سبزی' فروٹ وغیرہ آتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ

گزشتہ چند سالوں سے agriculture sector کی input میں بے تحاشہ مہنگائی ہوئی ہے۔ ٹریکٹر کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ کھاد کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ پٹرولیم کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ ان تمام چیزوں سے input میں اضافہ ہوا ہے اور اس سے ultimately عام consumer affect ہوتا ہے۔

جناب والا! میں آپ کو ایک مثال دوں گا کہ کوئی چار پانچ دن پہلے بلوچستان کے ایک grower سے میری بات ہو رہی تھی۔ وہ کوئی مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے بڑا خوش تھا' اس نے کہا کہ میں نے عام فصل سے ہٹ کر اس مرتبہ میں نے اپنی زمین پر ٹماٹر کی فصل لگائی ہے' وہ فصل بہت اچھی ہوئی ہے اور انشاء اللہ پندرہ بیس دنوں میں harvesting شروع ہو جائی گی تو دوسری فصلوں کے حوالے سے میرا جو نقصان ہوا تھا انشاء اللہ وہ cover ہو جائے گا۔ چار پانچ دن پہلے میری اس سے ملاقات پھر ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ ٹماٹر کا کیا rate ہے؟ جناب! آپ سن کر حیران ہوں گے بلکہ میرے لیے بھی یہ حیران کن بات تھی' اس نے کہا کہ ایک کلو کی net price جو اس کو مل رہی ہے وہ تقریباً پچاس پیسے سے لے کر ایک روپیہ ہے۔ جناب! جب عام consumer یہی چیز لینے مارکیٹ میں جاتا ہے تو وہی چیز پانچ' دس یا بیس روپے کلو سے کم نہیں ملتی۔ جناب! grower کو ایک کلو کا ایک روپیہ ملتا ہے اور consumer اس کو دس یا بیس روپے میں خرید رہا ہے' مارکیٹ میں fluctuation ہوتی رہتی ہے' تو آخر ایک دم قیمتیں کیوں بڑھ رہی ہیں؟ جناب! میں سمجھتا ہوں کہ اس میں middleman کا بڑا ہاتھ ہے۔ اب middleman کے element کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ یہاں کے growers and consumers پر curse ہے۔

جناب! کافی سال پہلے مجھے امریکہ جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہاں پر مختلف لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں تو میرے سامنے جو picture آئی تھی' ممکن ہے اس سے بہت سے لوگ واقف ہوں' مگر میں اس کو دوستوں کے ساتھ دوبارہ share کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ جو مختلف growers ہیں' انہیں گورنمنٹ انتہائی کم شرح پر loaning کرتی ہے اور انہوں نے اس سے کیا کیا ہے؟ انہوں نے ایک group یا ایک association بنا کر مارکیٹ سے marketing experts hire کیے ہیں۔ انہیں چونکہ گورنمنٹ نے بہت ہی رعایتی نرخ پر loan فراہم کیا ہے'

ان کے پاس اتنا پیسہ ہوتا ہے کہ کوئی grower مجبور نہیں ہوتا کہ جیسے ہی اس کی فصل تیار ہو، وہ اس کو immediately مارکیٹ میں فروخت کرنے پر مجبور ہو۔ اگر اس کو کوئی ضرورت پڑتی ہے تو انہوں نے ایک کمپنی بنائی ہوئی ہے، وہ وہاں سے اپنی فصل کے بدلے میں کچھ پیسے لے لیتے ہیں، وقتی ضرورت پوری کر لیتے ہیں اور اپنی ساری فصل اس کمپنی کے حوالے کر دیتے ہیں جس کو ان کے اپنے ہی نامزد کردہ لوگ manage کرتے ہیں، صرف experts market سے hire کرتے ہیں۔ جب فصل تیار ہو جاتی ہے اور وہی کمپنی اس کو market کرتی ہے تو accordingly جس زمیندار نے جس فصل کی جتنی input دی ہوتی ہے اس حوالے سے income تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ middleman اس میں سے کٹ جاتا ہے۔ مارکیٹ کا جو بھی benefit ہے، وہ direct grower کو ملتا ہے اور اس کے نتیجے میں consumer کو بھی مارکیٹ میں چیزیں مناسب قیمت پر ملتی ہیں لیکن اگر اس چیز کو ہم یہاں سے compare کریں تو مسئلہ یہ آتا ہے کہ ہمارے growers میں know how ہونی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کا شکر ہے جس کی ہمارے ہاں کوئی کمی نہیں ہے۔ ٹھیک ہے کافی تعداد میں ہمارے growers uneducated ہیں اگر وسیع track of land میں اگر growers uneducated ہیں تو ساتھ ہی چھوٹے چھوٹے pockets میں ماشااللہ اچھے progressive اور educated زمیندار بھی ہیں جو ان uneducated زمینداروں کو educate کر سکتے ہیں لیکن مسئلہ صرف یہ ہے کہ گورنمنٹ ان لوگوں کو اگر انتہائی soft loans فراہم کرنے پر رضامند ہو جائے تو agriculture سے وابستہ 70% لوگوں کو ان کا صحیح return ملے گا اور جو عام غریب لوگ ہیں، جو پاکستان میں poverty line سے نیچے رہ رہے ہیں، انہیں بھی کھانے پینے کی اشیاء سستے داموں ملنا ممکن ہوں گی۔

جناب! میں دوسری بات کرنا چاہوں گا کہ کہا جاتا ہے بلوچستان، پاکستان کے مستقبل کی food basket بن سکتا ہے۔ اس حوالے سے تمام سیاستدان دوست جانتے ہیں کہ بلوچستان میں irrigation system کی بہت کمی ہے۔ اس کے لیے ایک نئی canal Katchi Canal کے نام نکالی جارہی ہے اور اس حوالے سے کہا جاتا ہے کہ بلوچستان میں Katchi plan میں تقریباً سات لاکھ ایکڑ زمین اس کے پانی سے آباد ہوگی۔ جناب! پچھلے دنوں میرے علم میں ایک

بات آئی ہے کہ تونسہ بیراج سے جو canal نکالی جا رہی ہے، تقریباً ڈھائی سو سے تین سو کلومیٹر تک یہ پنجاب سے گزرے گی۔اس کے بعد یہ بلوچستان کے علاقے میں داخل ہوگی اور بلوچستان میں یہ تقریباً ڈیڑھ سو سے دو سو کلومیٹر کے علاقے کو سیراب کرے گی۔ اس کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو اس سے پانی کا اخراج ہوگا وہ صرف خالصتاً بلوچستان کے لئے ہوگا۔ اس میں سے بیچ میں اڑھائی یا تین سو کلومیٹر پنجاب کے علاقے سے گزرے گی وہاں کوئی اس میں سے پانی نہیں لے سکے گا۔ لیکن میرے علم میں ایک حیران کن بات یہ آئی ہے کہ تین سو کلو میٹر تونسہ سے لے کر راجن پور کی آخری حد تک lane canal ہوگی۔ اس کے پشتے پکے ہوں گے ۔ جس سے پانی کی seepage نہیں ہوگی ، پانی ضائع ہونے سے بچ جائے گا اور دائیں بائیں جو زمین ہوگی وہ بھی سیم سے محفوظ رہے گی۔یہ ایک بہت اچھی scheme ہے لیکن سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ راجن پور ضلع کے بعد بلوچستان میں سب سے پہلے یہ ڈیرہ بگٹی کے ضلع میں داخل ہوگی ۔ ڈیرہ بگٹی میں جو اس کی alignment بنائی گئی ہے وہ سوئی ٹاؤن سے south کی طرف سے نکالی جائے گی ، جو existing patfeeder canal کے یہ parallel جائے گی۔

جناب والا ! وہ علاقہ ہمارا home district اور دیکھا بھالا علاقہ ہے ۔ وہاں پر صرف ریت کے ٹیلے ہیں۔ اگر ہم یہاں سے اس کی lane formation کو پنجاب کے ضلع راجن پور یا ڈیرہ غازی خان کی lane formatiom سے compare کریں تو ڈیرہ غازیخان کا جو hilly track ہے اس کے تقریباً دامن میں یہ آ رہاہے جہاں پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہاں کی formation clay type ہے جہاں پر seepage کا کم امکان ہےاور زمین خراب ہونے کا بھی کم امکان ہے لیکن جب یہ بلوچستان میں داخل ہوگی تو وہاں پر اس کی laning کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا ہے ۔ وہاں پر ہماری اطلاع یہ ہے کہ بلوچستان میں شروع سے آخر تک یہ unlaned canal رہے گی ۔ اس حوالے سے میں یہاں جو وزیر پانی و بجلی ، economic یا جو notes لئے جا رہے ہیں۔ اس کے حوالے سے میں ایک تجویز پیش کروں گا کہ پانی کو ضیاع سے بچانے کے لئے، اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے ، چونکہ اس کا ابھی تک بلوچستان میں کام ابتدائی نوعیت کا ہے اگر اسے بھی funds available کرکے اس پورے sketch کو اگر lane بنا دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ پانی کے ضیاع کو روکا جا سکے گا اور سات لاکھ ایکڑ سے زائد زمین کو زیرکاشت لایا

جاسکے گا ۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اگر ایک مرتبہ اس canal پر احسن انداز سے کام مکمل ہو جائے اور اچھے تقسیمی طریقے سے سات یا آٹھ لاکھ ایکڑ رقبے کی جب income market میں دینے لگیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ food commodities کی price میں کافی حد تک reduction لایا جاسکتا ہے ۔

تیسری گزارش ہے کہ گوادر کے نام سے شاید آج سے دس سال پہلے میں بھی واقف نہیں تھا لیکن اب پوری دنیا واقف ہو گئی ہے اور جو bone of contention بنتا جا رہا ہے ۔ چونکہ میرا تعلق بلوچستان سے ہے اور گوادر بلوچستان میں ہے وہ پاکستان کا حصہ ہے لیکن once bitten twice shy والی بات آ جاتی ہے ۔ سوئی میں جو کچھ ہوا۔ جس طریقے سے سوئی سے گیس نکال کر پورے پاکستان کو فراہم کی ۔ billions of dollars ا گر یہ گیس دریافت نہ ہوتی تو انرجی کی مد میں billions of dollars حکومت پاکستان کو برداشت کرنے پڑتے۔ چونکہ مختصر وقت ہونے کی بنا پر میں ان grievances میں نہیں جانا چاہتا لیکن میں براہ راست گوادر پورٹ کے حوالے سے بات کروں گا کہ اس کو سنگاپور کی ایک کمپنی کو دے دیا گیا ہے ۔ ہمیں نہیں معلوم کہ کن terms and conditions کے تحت اسے سنگاپور کی کمپنی کے حوالے کیا گیا ہے ؟ اس میں سے جو revenue generate ہوگا اس کا کیا distribution formula طے کیا گیا ہے ؟ مرکز اس میں کیا رکھے گا اور بلوچستان حکومت کو اس میں سے کیا اور کتنا حصہ ملے گا؟ اس کے بارے میں ہم سب اندھیرے میں ہیں ۔ یہی چیزیں شکوک کو جنم دیتی ہیں۔ جب چیزوں کو دبایا اور چھپایا جاتا ہے اور معلومات لوگوں کو نہیں دی جاتی ہیں ۔ جب parliamentarians سے بھی معلومات چھپائی جاتی ہیں تو عام آدمی کے ذہن میں شکوک جنم لیتے ہیں اور ہمیں مجبوراً ان کی باتوں کو یہاں کہنا پڑتا ہے۔

میرا کبھی بھی economics سے تعلق نہیں رہا اور نہ میں banker رہا ہوں تو ممکن ہے کہ میں صحیح طریقے سے express نہ کر پاؤں۔ اب گوادر port کو 40 سال تک tax free کا اعلان کیا گیا ہے، اب مجھے نہیں پتا کہ وہاں پر جو انڈسٹری لگے گی وہ tax free ہے یا گوادر پورٹ جس سنگاپور کی کمپنی کو دیا گیا ہے صرف اس کے لئے یہ چھوٹ restricted ہے۔ بہرحال یہاں پر ایک نکتہ اور اٹھتا ہے اور پھر وہ lack of information کی بات آ جاتی ہے کہ آیا جب گوادر

پورٹ کو چلانے کے لئے international tenders float کئے گئے تھے تو اس میں جو ٹیکس کا نکتہ تھا کیا وہ ان documents میں شامل تھا؛ یا Singaporean company کو favouritism کر کے یہ سہولت دی جا رہی ہے لیکن بات revenue پر آ جاتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کا بجٹ ہمیشہ خسارے کا بجٹ رہتا ہے کیونکہ ہمارے وسائل پر ہمیشہ مرکز کا تسلط رہا ہے، مرکز کا قبضہ رہا ہے۔ تجویز تو جو equals ہوتے ہیں وہ دیتے ہیں ہم جیسے لوگ تو صرف گزارشات پیش کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارا چھوٹے اور پسے ہوئے صوبے سے تعلق ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا it will be fair with the people of Balochistan گوادر پورٹ کا جو بھی revenue آتا ہے اس کا to start with کم از کم 50% بلوچستان حکومت کو دیا جائے، جو بھی revenue آتا ہے اور جو بھی ageement سنگاپور کی کمپنی کے ساتھ ہوا ہے اسے پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے اور اس کے بعد گوادر پورٹ سے جو بھی revenue generate ہوتا ہے اس کا کم از کم 50% بلوچستان گورنمنٹ کو دیا جائے تاکہ بلوچستان حکومت وہاں کے رہنے والے لوگوں کے لئے بہتر بجٹ بنا سکے۔

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیئے۔

سینیٹر شاہد حسین بگٹی: جناب! پہلے بھی کافی speakers نے banks interest rate پر بات کی ہے۔ آپ خود ایک prominent banker رہ چکے ہیں۔ جناب! دو سال پہلے جن لوگوں نے ڈھائی تین percent پر projects شروع کئے، انہوں نے ڈھائی تین چار percent کے حساب سے project کی feasibility بنائی۔ آج وہی لوگ دس سے بارہ percent پر کر رہے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ project آج viable رہے گا اور اس کے ساتھ زیادتی یہ کہ جو depositors ہیں ان کا rate of return وہی meagre amount ہے، اس میں ابھی تک کوئی اضافہ نہیں ہوا لیکن جو lending rate ہے وہ چار سے دس بارہ percent touch کر چکا ہے اور depositors کو جو پہلے ڈیڑھ یا دو percent ملتا تھا اس میں میرے خیال میں hardly ایک آدھ percent کا اضافہ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں جو اتنا gap ہے اس کو فوری طور پر کم کیا جا سکے کیونکہ دنیا میں وہ معیشت ترقی کرتی ہے جہاں کے لوگوں میں saving کی عادت زیادہ ہو۔

جناب والا! گوادر کے حوالے سے ایک point یہ بھی آتا ہے کہ وہاں پر industrial zone کا اعلان کیا جا رہا ہے لیکن وہاں کا چاہے مقامی باشندہ ہو، چاہے پاکستان کے کسی بھی کونے میں رہنے والا کوئی اور باشندہ جو وہاں پر investment کرنے میں دلچسپی رکھتا ہو، تو وہ ابھی تک گورنمنٹ کی پالیسی سے بالکل نابلد ہے کیونکہ ابھی تک وہاں کے بارے میں گورنمنٹ نے کھل کر اپنی پالیسی declare ہی نہیں کی ہے کہ جو وہاں پر انڈسٹری لگائے گا اسے کیا facilities دی جائیں گی یا جو rate of taxation ہو گا وہ کس حساب سے ہو گا۔ اس حوالے سے میری گزارش یہ ہو گی کہ اس بجٹ سے پہلے اگر CBR اپنا ایک tax structure announce کر دے تاکہ جو بھی گوادر میں investment کرنا چاہتا ہے اسےمعلوم ہو سکے کہ ہم کس tax structure میں جا رہے ہیں اور آیا ہمیں وہاں پر فائدہ بھی ہو گا یا نہیں ہو گا۔ یہ نہ ہو کہ چند elite class کے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے SRO's اور CBR کے یہ tax structures میں دن بدن یا ہر ماہ یا ہر دوسرے ماہ changes ہوتی رہیں۔ ایک tax structure سامنے آ جائے اور وہ سب کے لئے ایک جیسا رہے اور اس میں مزید دن بدن کوئی changes نہ آئیں۔ جناب! دوسری بات یہ ہے کہ---

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر شاہد حسین بگٹی، جناب! میں دو منٹ لوں گا۔ جناب! ہم کافی عرصے سے foreign investment کا ڈھول پیٹتے آ رہے ہیں کہ بڑی foreign investment آ رہی ہے، foreign investment آ رہی ہے۔ مجھے پتا نہیں ہے کہ کتنی آئی ہے، کتنی نہیں آئی ہے لیکن میں as a layman یہ کہوں گا کہ ہمارے سامنے جو کچھ چیزیں آئی ہیں، اس میں ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جناب! foreign investment آئی ہے اور شاید اور sectors میں بھی آئی ہو گی لیکن real estate میں آ گئی، stock exchange میں آ گئی۔ اب جیسے یہاں فیصل ایونیو پر ایک بہت بڑا complex بن رہا ہے، hotels ہیں، residentials ہیں اور offices ہیں۔ اس کے بارےمیں معلومات یہ ہیں کہ یہ کوئی foreign party آئی ہے اور اس نے زمین خریدی ہے اور وہ یہاں پر بنا رہے ہیں، اچھی بات ہے۔ پیسہ باہر سے آیا ہے، تین bed rooms کا ایک flat

تین سے لے کر، پانچ کروڑ روپے کا بک رہا ہے لیکن جناب! یہاں پر بات یہ آ جاتی ہے کہ جو real estate میں foreign investment آتی ہے، وہ چاہے کراچی میں آئے یا اسلام آباد میں آئے، foreign investor پانچ ارب روپے لگاتا ہے اور جب real estate میں لگاتا ہے اور وہ جب اس قسم کے project اٹھاتے ہیں۔ جناب! وہ اپنی investment بمع سود اور بڑے منافع کے ساتھ چھ مہینے میں اپنا پیسہ واپس نکال لیتا ہے اور پھر وہ ہمارا ہی پیسہ واپس اپنے ملک میں بھیج دیتا ہے۔ Stock exchange میں بھی یہی ہوتا ہے جو دیکھتے ہیں کہ ایک portfolio میں گنجائش ہے، اس وقت اس کی قیمتیں گری ہوئی ہیں، وہاں پر پیسہ لگایا، اس کو اٹھایا، profit taking کی، پیسہ واپس نکال لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کچھ قوانین ایسے بننے چاہئیں کہ جب foreign investment آئے تو وہ long term investment ہو جس سے یہاں پر employment generate ہو سکے۔ جناب! میں نہیں سمجھتا کہ stock exchange میں جتنے بھی اربوں dollars آئیں، اس سے کوئی employment generate ہو گی۔ جناب! میری as a layman یہ رائے ہے کہ ایسے کوئی laws بنائے جائیں کہ اگر کوئی foreign investment آتی ہے تو یہاں پر اس کا long term effect ہو اور جو یہاں پر employment بھی generate کرے۔ یہ نہ ہو کہ آج پیسہ لگایا، چھ مہینے بعد، بمع سود، بمع profit کے واپس نکال کر لے جائے۔ جناب! میری یہی گزارشات ہیں، امید ہے ان پر توجہ دی جائے گی۔ Thank you sir.

Mr. Chairman: Thank you. We will adjourn now till tomorrow.

آپ نے جو دو points raise کئے تھے، میں ان کا ذرا عرض کر دوں، ایک آپ نے جو گوادر پورٹ کا tax free کا بولا تھا، وہ بابر غوری صاحب کہہ گئے تھے کہ وہاں پر جو industry لگی ہے اس کے لئے tax holiday ہے، غوری صاحب نے تھوڑی دیر پہلے یہی کہا تھا اور جو interest rates ہیں I think, Governor State Bank نے شاید آج presentation میں بھی cover کیا ہو گا، انہوں نے already banks warning issue کر دی ہے کہ اس کو دیکھیں، اس میں depositors کا بھی interest قائم رکھیں تو یہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے اب کافی دیر ہو گئی ہے، we will adjourn now; آپ پہلے بول چکے ہیں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی، جناب! وہ میں بھول گیا تھا، نہیں وہ میں بھول گیا تھا۔

جناب چیئرمین! ہمارے Minister صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، الحمد اللہ بڑی خوشی کی بات ہے، وہ notes لے رہے ہیں، میں امید رکھتا ہوں کہ ہماری جو تجاویز آئیں گی، ہم next budget میں ان کو دیکھیں گے، انشاء اللہ وہ آئیں گی۔ جناب چیئرمین! میں معلے اتفاقاً بھول گیا، ہمارے اس ملک میں سب سے جو مظلوم طبقہ ہے، وہ ملازمین کا ہے کیونکہ ان بےچاروں کی تنخواہیں بڑھتی نہیں ہیں، مہنگائی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ امیر کو کوئی پرواہ نہیں ہے جو غریب ہے، وہ اپنی دیہاڑی بڑھائے گا لیکن جناب چیئرمین! جو ملازمین کا طبقہ ہے، میں ان کے لئے دو suggestions دیتا ہوں۔ اس میں ایک یہ ہے کہ GP fund کے حوالے سے ان کی جو کٹوتی ہوتی ہے، ان کو ایک option دیا جائے، اگر وہ 100 روپے کٹوتی کروانا چاہیں تو حکومت 100 روپے اپنی طرف سے ان کے لئے payment کرے تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو۔ 200 روپے کے بھی options آئیں گے، 300 روپے کے بھی options آئیں گے، یہ بچت میں فروغ کے لئے ایک صورت ہے۔

جناب چیئرمین! دوسری option یہ ہے کہ ان کو سالانہ increment ایک ملتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جیسا کہ ہمارے پڑوس میں، India میں دو increments ملتی ہیں، ان کو بھی اگر دو increments دی جائیں۔ میں عمر ایوب صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ ان باتوں کو note کر لیں کہ وہ next budget کے لئے جو ہماری تجاویز قابل غور ہیں، ان کو شامل کر لیں گے۔ ملازمین کے حوالے سے میں نے یہ گزارش کی ہے کہ ان کا جو GP fund ہے، اگر وہ 100 روپے کٹوا رہے ہیں تو 100 روپے حکومت اپنی طرف سے دے دے۔

جناب چیئرمین، Matching facility ہو۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی، اگر وہ 200 روپے جمع کریں گے تو آپ 200 روپے کریں، اس سے بچت کو فروغ ہو گا۔ دوسرا یہ ہے کہ آپ ان کی دو increments کر دیں مطلب ہمارے ملک میں سال میں ایک دفعہ اس میں increase ہو رہی ہے جبکہ انڈیا میں دو دفعہ increment ملتی ہے۔ ہمارے ملازمین بے چارے مظلوم ہیں، پس رہے ہیں۔ وہ چکی کے دو پاٹوں

کے درمیان ہیں اور یہاں اکثریت ملازمین ہیں۔ آپ یہ please نوٹ کرلیں۔بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین، میں یہی کہنے لگا تھا کہ آئندہ اگر کوئی چیز رہ جائے تو بجائے خود بولنے کے اپنے کسی ساتھی کو کہہ دیا کریں کہ وہ اس کو cover کرلیں۔ لیاقت صاحب تو آپ کو پتہ ہے کہ بہت کم بولتے ہیں اور بڑا softly بولتے ہیں۔ تو I think we adjourn the House *Insha Allah* to meet tomorrow at 4.00 p.m.

سبحان ربک رب العزت عمّا یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday the 20th February, 2007 at 4.00 p.m.]